جلد ۴	مقاصد و قواعد پرچہ ہذا	نمبر ۱و۲و۳

(۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بیجا حملے ہو رہے ہیں انکا مفصل جواب خصوصاً اُس اجمال کا جواب جو بعض شیعیان کی مخالفت میں شائع ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لیے کتاب مستطاب استقصار پر حملہ کرے جو محال ہے

(۲) بعد فراغت اسکے اور مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کیطرف سے بغرض تشنیع مذہب حقہ شیعہ شائع ہوئے خصوصاً آیات بینات۔ ہدایۃ الرشید منہاج السنۃ ابن تیمیہ در زبان عربی۔

(۳) حجم اس رسالہ کا کم از کم ۲۴ صفحہ ہوگا۔ مگر قوم کی توجہ سے عنقریب بڑھا دیا جائیگا۔

(۴) ۵ خریدار ہونے پر صرف الشمس اور ۱۲ خریدار ہونے پر صلاح و الشمس دونوں مفت بطور کمیشن ملینگے۔

(۵) قیمت پیشگی سالانہ مع محصول ڈاک ۶؍

(۶) مراسلات میں نمبر خریداری لکھنا ضرور ہے ورنہ تعمیل محال

(۷) سابق مقام چھوڑتے وقت نئے پتہ سے دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصول پرچہ کی شکایت معاف۔

(۸) بصورت عدم وصول پرچہ تاریخ اشاعت سے ہفتہ تک پرچہ مفت ملیگا اسکے بعد ۳ کا ٹکٹ آنا چاہیے

(۹) جملہ مراسلات اڈیٹر کے نام ہونا چاہئیں

نوٹ (۱) نامہ نگار اسکے صرف وہ علماء ہوسکتے ہیں جو خاص طرح پر علم کلام میں تحریر کریں یا علمائے متقدمین کی سوانح عمریاں مفصل یا مختصر تحریر فرمائیں مگر جبتک [illegible] پرچہ میں شائع نہ ہوگی (۲) چونکہ اس رسالہ میں خاص علم کلام سے بحث ہوگی لہٰذا کتابوں کی [illegible] جو شخص ایسی تصنیف سے مدد کریگا اس کا بالخصوص شکریہ ادا کیا جائیگا

اڈیٹر رسالہ ہذا | مرکز اشاعت دفتر الشمس کھجوا ضلع سارن | سید [illegible]

الشمس
جلد چہارم ۱۳۲۶ھ

نمبر ۱ و ۲ و ۳ | بابت ماہ محرم الحرام و صفر المظفر و ربیع الاول سنہ ۱۳۲۶ھ | جلد ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین من یومنا ھذا الی یوم الدین ٥

ہزار شکر اوسکا جسنے الشمس کا تیسرا دورہ تمام کیا۔ اور سنہ ۱۳۲۶ ہجری سے چوتھا دورہ شروع ہے جس سے امید ہے کہ مسئلہ تحریف قران کی ایسی تحقیقات ہو جائے کہ پھر ایک اندہے کو بھی اسمین شبہہ نہ رہے کہ اہلسنت تمامتر تحریف قران کے قائل ہیں۔ اور یہ قران کی عظمت اونکے یہان اوتنی بھی نہین جتنی عظمت وہ صحاح ستہ کی کرتے ہین۔ بلکہ توراۃ و انجیل کے برابر بھی نہین مانتے یہی وجہ ہے کہ نماز مین قران کا ترجمہ فارسی مین پڑہ سکتے ہین۔ اور توراۃ وانجیل کو بلفظہ پڑہ سکتے ہین۔ قران مین ہر طرح کی تحریف کا حق حاصل ہے کہ نماز مین جسطرح چاہین الفاظ کو بدلین. مگر توراۃ وانجیل کیلئے یہ حکم نہین قران کا پیشاب سے اور خون سے لکھنا تو حکم عام ہے جسکی غرض شاید یہ ہو کہ سفلی عمل کو خوب رواج ہو اور سلسلہ پیری مریدی مین ترقی ہو۔

الشمس جلد ۳ مین اسکا وعدہ کیا تہا کہ تحریف قران کی بحث اس جلد مین تمام ہو جائیگی مگر افسوس کہ کامیاب نہو سکا کیونکہ اگرچہ وہ جلد صفحہ ۴۱ پر تمام ہوئی مگر اسقدر

ضروری مضامین متعلق تحریف قران باقی تھے جنکا تمام کرنا اوس جلد مین ناممکن تہا۔

اسیوجہ سے الشمس جلد۲ کے بقیہ مضامین (۱) جلد ثالث پر ریویو۔ (۲) کشف الظلام تو الشمس جلد۳ مین تمام ہوئے مگر حدالسارق کا سلسلہ جو اصلی سلسلہ تھا وہ ناتمام رہا۔

اب آپکو مناسب ہے کہ حدالسارق کا حساب یون درست کیجئے الشمس جلد۲ ملاوہ صفحہ ۳ لغایت ۴۶۔ پھر ملاوہ صفحہ ۶۵ لغایت صفحہ ۱۲۸۔ پھر ۶۵ و ۵ صفحہ ۱۲۹ لغایت صفحہ ۱۶۸ و ر ۸ و ۸ صفحہ ۱۶۹ الغایت صفحہ ۱۷۲

گویا جلد۲ مین یہین تک حدالسارق کا سلسلہ چلا تہا۔

الشمس جلد۳ کے صفحہ ۵۷ سے یہ سلسلہ شروع ہوا پھر صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴ کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوا اور اب اس جلد کے تیسری صفحہ سے شروع ہوتا ہے جو غالبًا اسی جلد مین تمام ہو جائیگا انشاءاللہ رجلہ۲ ۸ صفحہ پہلے شایع ہوئے۔

الشمس کے نسبت میرا حوصلہ تہا کہ اس سال ہفتہ وار کرون کیونکہ دشمنان اہلبیت طاہرین کے ہاتہ مین بہت سے اخبار ہفتہ وار ہین جنہین بالخصوص تین ٹہیکہ داران یزید نے اپنے نبی آخرالزمان یزید کے حمایت کا کوئی دقیقہ اوٹہا نہ رکھا نہ رکھتے ہین۔ لہذا ضرورت تہی کہ الشمس کو ہفتہ وار کرون کہ کچھ تو انتقام کا موقع ملے۔ مگر جس قوم کا ماہوار رسالہ الشمس آج چار برس مین ۲۵۰ خریدار بہی نہ رکہتا ہو۔ وہ کیا حوصلہ کرسکتا ہے اور اوسکی کونسی آرزو پوری ہو سکتی ہے۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہی باعث ہے کہ اس قلیل شاعت کیوجہ سے نہ ماہوار شاعت ہوتی ہے نہ سلسلہ وار شایع ہوتا ہے کیونکہ علمی رسالہ ہے اور جب تک کسی پرچہ کی قدردانی نہو اوسکی اشاعت بہی ویسی ہی ہوگی۔

اس خیال سے یہ پہلا نمبر جلد۴ کا جسمین ۳ نمبر یکجائی شایع ہوتے ہین ہر شخص کے نام ویلو جاتا ہے کہ خریدارونکا تصفیہ ہوجائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰ المنتہٰ جلد ۳ نمبر

جو بلہ وصبیان سے بھی مخفی نہیں ہے - چہ جائے کہ عقلا و افاضل پر مخفی ہو - ایسا دروغ بیفروغ تو کوئی جاہل و عامی بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ صاحب علم بلکہ مقتدا اعیان ہوکر ایسا افترا کرے - مگر کیا کیا جائے کہ ان حضرات کا یہی شیوہ ہے - جب اہلحق کے جواب سے عاجز ہوتے ہیں تو غیظ و غضب اونپر سوار ہوتا ہے اور ہر طرف ہاتھ مارتا ہے جس سے عجیب عجیب قسم کا افترا و بہتان کرتے ہیں اور اسکو دلایل واضحہ کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں -

فاضل رشید نے جو بنا بر عادت قدیمہ اپنے یہ الزام دیا ہے کہ خود مصنف نے اس مضمون کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب میں عثمان صاحب کا حکم بہ غلطی قران مرقوم ہے تو یہ الزام خود مایہ حیرت ہے کیونکہ عثمان صاحب کا یہ مقولہ ان فی القران لحنا بہت سے کتب مشہورہ اہل سنت میں جو متداول ہیں مذکور ہے - اور مفسرین و محدثین میں مشہور اور کتب کلامیہ متقدمین و متاخرین میں مسطور - ایسے امر واضح و مشہور سے فاضل رشید کا ناواقف ہونا خود جائے تعجب ہے کیونکہ ادنی درجہ کے طالبعلم حدیث، تفسیر و کلام سے ممارست رکھتے ہیں اس سے بخوبی واقف ہیں چہ جائیکہ علما و مصنفین - اس سے ناواقف ہوں پس اگر ایسے امر مشہور و معروف پر کوئی سند نہ لائیں اور کسی کتاب کا حوالہ ندیں تو کسیطرح محل تعجب نہیں - بلکہ خود فاضل رشید کا بے خبر رہنا اس سے جائے تعجب ہے اگر یہ کہیں کہ فاضل رشید کے کلام سے شوکت عمریہ میں گو اقرار بوقوع لحن و خطا قران میں ثابت ہے مگر اس تقریر سے جامع قران کے مطاعن دفع ہو جاتے ہیں - تو یہ خام خیال و ہوس محال ہے کیونکہ ضربت حیدریہ میں اس کا بہت کافی و شافی دیا گیا ہے -

ترجمہ عبارت ضربت حیدریہ | چنانچہ فرماتے ہیں فاضل رشید نے جو جواب خلیفہ ثالث کی طرف بغرض حفظ ناموس عربی دانی انکے لکھا ہے نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ اولاً ہم اگر فرض

کرلیں کہ قرات عثمان ان ھذان لساحران تھا تو اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ دوسری مشہور قرأت خارج از قرآن ہو۔ کیونکہ قرار سبعہ ایک دوسرے کی قرأت کو خارج از قرآن نہیں جانتے پھر عثمان کیونکر دوسرے قرات کو غلط کہہ سکتے ہیں۔اس سے بھی قطع نظر کریں تو قرآن کا نزول سات قرار توں کا علاوہ قرات قرأ سبعۂ متواترات سے ہے پھر عثمان کو کیا حق ہے کہ بمخالفت خدا و رسول اپنی قرأت کو تو قرآن کہیں اور دوسری قرأتوں کو خارج از قرآن کہیں۔اور جہالت ایسے امر کی جامع قرآن سے نہایت ہی بعید ہے۔ الیس من جاہل شدید

ثانیاً حیرت ہے کہ اگر ان ہذان لساحران کو عثمان صاحب قرآن نہ جانتے تھے تو کیوں اسکو چاک نہ کر ڈالا اور مثل سایر مصاحف کے نہ جلا ڈالا جو اسپر حوالہ کیا کہ عرب اپنی زبان سے اسکو صحیح و درست کر لینگے۔اور کیوں یہ فرمایا کہ ارے فی القرآن لحنا۔کیونکہ جب قرات بالرفع (یعنی ان ہذان لساحران) قرآن ہی نہیں ہے تو پھر یہ کہنا کہ قرآن میں غلطی ہے کیونکر درست ہوگا۔مگر یہ کہا جاے کہ بر سبیل مجاز و تغلیب اسکو قرآن کہا۔اور اگر قرات مذکورہ کو وہ قرآن سمجھتے تھے تو خود ان پر طعن لازم آتا ہے جس کا اعتراف فاضل رشید نے بھی کیا ہے

اس سے زیادہ یہ حیرت ہے کہ جامع قرآن تو خود بدولت ہیں پھر یہ قرأت جو انکے نزدیک قرآن نہ تھا داخل قرآن کیونکر ہو گیا مگر یہ کہ اہل سنت اپنے خلیفہ پر الزام قایم کرینگے کہ غیر قرآن کو داخل قرآن کیا جو نہایت مستبعد ہے اور اگر عثمان نے دیدہ و دانستہ اسے داخل کیا تو اور بھی تعجب ہے

ثالثاً قرات مشہورہ تو یہی ہے بالرفع ان ہذان لساحران پھر جامع قرآن نے برخلاف مزعوم رشیدی اسکو کیوں متروک قرار دیا اور غیر مشہور کو اپنا مختار بنایا جیسے کہ فاضل رشید نے بیان کیا کہ قرأت عثمان ان ہذان لساحران تھا۔تمام ہوا کلام حضرت حیدر یہ

علامہ مصنف استقصاء الافحام فرماتے ہیں۔فقیر کہتا ہے کہ تعجب ہے فاضل رشید سے

جو قرآن متواتر ان هذان لساحران کے غلط اور خطا ہونیکو قبیح وشنیع نہیں جانتے۔ بلکہ
حضرت عثمان کی تائید وحمایت کرتے ہیں جو اسکو غلط کہتے تھے۔ اور اسکے قایل ہیں کہ
حضرت عثمان جو اسکو غلط بتاتے تھے وہی قول مستحسن ہے (حالانکہ خود قول عثمان لغو
ہے اور قرآن کی عبارت صحیح ہے)

سبحان اللہ اگر کوئی شیعہ بیچارہ ایسی روایت پیش کرے کہ قرآن میں تحریف وتغیر و
تبدل ہوا مثل اسکے کہ لفظ امت کی جگہ ایمہ تھا جو اب امة کر دیا گیا تو وہ غریب کافر قرار
پائے اور اگر حضرت عثمان اور انکے اتباع واشیاع اس قران کو غلط بتائیں کہ ان هذان
لساحران کی جگہ ان هذین لساحرین تھا تو کوئی الزام نہ آئے سراسر تعجب ہے۔

روایات مذکورہ بالا کے ملاحظہ سے علاوہ ثبوت غلطی قرآن میں۔ ایک دوسری حیرت
یہ پیدا ہوتی ہے کہ فقرہ ستقیمہ العرب کے معنی حضرات اہل سنت کے نزدیک کیا ہے کیونکہ
حضرت عثمان نے جو از راہ کشف وکرامات فرمایا تھا کہ عرب اسکو اپنی زبان سے درست
کریں گے۔ آج تک تو اسکی تصدیق نظاہر ہوئی۔ کیونکہ آج تک عرب وغیر عرب اسی
غلط طریقہ پر قرآنکو پڑھتے ہیں اور کسی نے اسکو درست نہیں کیا کہ ان هذان لساحران
کو ان هذین لساحرین بناتے۔ پھر اس کلام کے کیا مطلب ہوے جو عثمان صاحب نے
کہا تھا کہ عرب اسے درست کرلینگے

ہاں یہ ممکن ہے کہ آیندہ کسی زمانہ میں یہ غلطی دفع کی جائے اور مطابق ارشاد فیض
بنیاد خلیفہ صاحب قرآن کی تصحیح کی جائے۔ مگر اتنے زمانہ تک قرآن غلط پڑھنے کا
الزام کس کے سر ہوگا ؟

مترجم کہتا ہے ممکن ہے حضرات اہل سنۃ اس کا جواب یہ دیں کہ قرآن کے غلط پڑھنے
میں کوئی گناہ نہیں ورسابقا قول عایشہ حدیث صحیح بخاری سے مرقوم ہوا کہ مقدم کو موخر
پڑھنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اور سابقا یہ بھی مرقوم ہوا کہ حالت نماز میں ہر طرح کی تحریف
کرسکتا ہے۔ پھر یوں غلط پڑھنے میں کون سا گناہ ہے کیونکہ مقصود اصلی ان کا صرف
اسقدر ہے کہ لوگوں کو دکھائیں۔ ہم اسقدر عاشق قرآن ہیں کہ غلط ہی سہی پڑھتے تو ہیں

یہی وجہ ہے کہ حافظان قرآن ہزاروں جگہ غلط پڑہتے ہیں اور کسیکو خیال بھی نہیں ہوتا
کہ قرآن کی کیسی بے حرمتی ہوتی ہے

علامہ طاب ثراہ فرماتے ہیں اگرچہ لطف کلام سے بہت سی باتیں پیدا ہوتی ہیں
مگر ہم اُس سے قطع نظر کرکے دوسرے توجیہات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ دیگر حضرات
علمای اہل سنت نے کیا کیا توجیہ مقام پر کی ہے

تاویل شاہ سلامت اللہ صاحب — شاہ سلامت اللہ صاحب نے معرکہ آرا میں فاضل رشید کے قول سے
نظر کرکے اسکی کوشش کی ہے کہ ان روایتونکو غلط بنائیں جو اس باب میں حضرت عثمان سے
وارد ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ باتفاق جمہور فریقین ثابت ہے کہ جو کچھ ما بین الدفتین ہے
با جمیع خصوصیات حتی الحروف والحرکات والسکنات منقول بتواتر ہے پس جو کچھ
بغوی وغیرہ سے بذیل تفسیر آیہ کریمہ لکن الراسخون فی العلم اور حاکم کے مستدرک سے
خصوص آیہ لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا نقل کیا ہے اسی طرح دوسری
جو روایتیں شاذ ہیں معارض دلیل قطعی کے نہیں ہوسکتیں

علامہ فرماتے ہیں کہ حیرت ہے شاہ صاحب نے یہ نہ خیال کیا کہ ان روایتوں کے پیش
کرنیسے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس سے ان دلیلوں کا معارضہ کیا جائے جن سے قرآن کا محفوظ
ہونا غلطی سے ثابت ہے جو یہ کہہ سکیں کہ یہ روایتیں قابل معارضہ نہیں ہیں بلکہ ان
روایتوں کی غرض صرف اسقدر ہے کہ معلوم ہو مقتدایان اہل سنت مثل عثمان عایشہ
ابان بن عثمان بھی اسکے قائل تھے کہ قرآن میں غلطی ہے۔ اس سے یہ کہنی الواقع غلطی
ثابت ہوتی ہے نہ وہ دلیلیں باطل ہوتی ہیں جن سے قرآن کا غلطی سے پاک ہونا
ثابت ہے۔ نہایت امر یہ ہے کہ ان دلایل سے اس قول کی غلطی ثابت ہوگی کہ عثمان وغیرہ
کا یہ قول خود غلط تہا نہ یہ کہ اس سے کوئی یہ سمجھے کہ عثمان کی طرف اس قول کی نسبت غلط
ہو کہ انھوں نے نہیں کہا تہا

ہاں اگر بطرق صحیحہ اہل سنت کے یہاں خلاف اسکے ثابت ہوتا کہ عثمان سے ایسی
روایتیں منقول ہوتیں کہ جن سے نفی اس قول کی ثابت ہوتی اور یہ بھی ثابت ہوتا کہ

اقوال متناقضہ ان سے نہیں صادر ہوتے۔ تب البتہ یہ معارضہ صحیح ہوتا واذ لیس فلیس۔

حالانکہ جو روایت سم الفار میں مستدرک امام حاکم سے منقول ہوئی (جسکے جواب میں شاہ سلامت اللہ نے یہ جواب لکھا) ایسی روایت ہے کہ بتصریح امام حاکم وہ صحیح ہے علی شرط الشیخین۔ اور شرط الشیخین کا درجہ اہل سنۃ کے یہاں یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام بھی جن کی امامت کا اکابر اہل سنت کو اعتراف ہے اسکی قابلیت نہیں رکھتے کہ مطابق شرط شیخین آپ قابل روایت ہوتے چنانچہ اسیوجہ سے بخاری نے ایسی روایت نہ لی اور آپکو اس قابل نہ سمجھا کہ کوئی حدیث آپکے سلسلہ سے روایت کریں چنانچہ ابن تمیہ منہاج السلامہ میں لکھتے ہیں بالجملہ فھؤلاء الائمۃ الاربعۃ

لیس منھم من اخذ عن جعفر من قواعد الفقہ لکن رووا عنہ الاحادیث کما رواہ عن غیرہ واحادیث غیرہ اضعاف احادیثہ ولیس بین حدیث الزھری وحدیثہ نسبۃ لا فی القوۃ ولا فی الکثرۃ وقد استراب البخاری فی بعض حدیثہ لما بلغہ عن یحیی بن سعید القطان فیہ کلام فلم یخرج لہ ویمتنع ان یکون حفظہ للحدیث کحفظ من یحتج بہم البخاری

خلاصہ یہ کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی قواعد فقہ کو نہ حاصل کیا جعفر (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے۔ لیکن حدیث کی روایت انسے کی ہے جیسا کہ غیروں سے بھی روایت کی۔ اور غیروں کی روایت اضعاف مضاعف ہے بہ نسبت روایات (امام) جعفر (صادق علیہ السلام) کے۔ اور نہیں ہے کوئی نسبت درمیان روایات امام جعفر اور روایات زہری کے کوئی نسبت نہ قوت میں نہ کثرت میں (یعنی روایات زھری قوی بھی ہے کثیر بھی ہے بہ نسبت روایات امام جعفر صادق علیہ السلام کے) اور ضرور شک کیا بخاری نے انکے بعض حدیثوں میں جبکہ پہونچا انکو کلام یحیی بن سعید قطان دربارہ امام جعفر صادق کے اسی لئے نہ روایت کی بخاری نے اُن حضرت سے۔ اور محال ہے کہ جناب امام جعفر صادق کا حفظ حدیث مقابل ہو انکے جن سے بخاری احتجاج کرتے ہیں اور اُن کے

روایتیں نہیں لیتے۔

پس جبکہ شرط صحیحین ایسی عظیم الشان ہے کہ مطابق ان شرایط کے جناب امام جعفر صادق ؑ اس قابل نہ ٹھہرے کہ آپکی کوئی روایت صحیح بخاری میں لی جائے۔ تو جو روایت مطابق ان شرایط کے صحیح ہوگی اُس سے کیونکر اہلسنت انکار کر سکتے ہیں

شاہ سلامت اللہ صاحب نے ان روایات پر شاذ ہونے کا الزام لگایا تھا حالانکہ یہ روایت بنص امام حاکم صحیح ہے علی شرط الشیخین اور تعریف صحیح میں داخل ہے کہ خالی ہو شذوذ و علل سے جیساکہ منہاج نووی میں ہے۔ تو پھر اس روایت پر شاہ صاحب کا حکم بشذوذ کیونکر چل سکتا ہے

اور اگر ان سب سے قطع نظر کرلیں تو یہ حکم اسوقت چل سکتا ہے کہ قرآن کے غلطی والی روایت اسی روایت میں منحصر ہوتی حالانکہ حکم یہ لحن قرآن صرف اسی روایت میں نہیں ہے بلکہ روایات صحیحہ اور احادیث شہیرہ میں عثمان اور عائشہ سے یہ امر منقول ہے کہ قرآن میں غلطی ہے۔ پھر یہ روایت شاذ کہاں رہی جب اس کی تائید دوسری روایتوں سے موجود ہے

باایں ہمہ شاہ صاحب نے اس کا بھی خیال نہ کیا کہ جب ایسی روایتیں خود ان کے کتب دین و ایمان میں موجود ہیں جنکو انکے ائمہ دین نے صحیح بھی کہا ہے۔ اسپر بھی وہ اپنے فرقہ کی برارت دعوی تحریف قرآن سے ثابت کرتے ہیں تو پھر شیعوں کی ایسی روایات تحریف پر کیوں طعن و تشنیع کرتے ہیں

مترجم کہتا ہے کیونکہ اگر مدار طعن وجود روایات پر ہے تو

اہل سنت کے یہاں بہت زیادہ اور اسطرح جبکہ ... ان کتابوں پر صحت کا حکم لگایا گیا ہے جسمیں اس قسم کی روایتیں ہیں۔ بلکہ اس قسم کی خاص حدیثوں پر بھی حکم صحت لگایا ہے بخلاف روایات شیعہ کہ نہ ان سے درحقیقت تحریف ثابت ہوتی ہے نہ وہ کتاب ملتزم الصحۃ میں موجود ہیں نہ انپر بالخصوص صحت کا حکم لگایا گیا ہے جیسا کہ المعروف بتحفہ ولایات شیعہ میں اسکی تفصیل مرقوم ہوگی۔

کیا اور طریقہ دیگر مفسرین اہل سنت کو نہ اختیار کیا کہ ہر قسم کے حکایات اور
موضوعات کو تفسیر کلام اللہ میں وارد کیا اور خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو
گمراہ کیا۔

پس صحت روایت حکم حضرت عثمان جو درباب غلطی قرآن ہے جیسے ثعلبی نے
روایت کیا ہے اور بغوی نے بھی اپنی تفسیر میں وارد کیا کہ اعتراف مثل ابن تیمیہ
ثابت ہوئی جو اللہ اعظم قوم ہے اور کلام شاہ سلامت اللہ صاحب لغو ٹھہرا جو
بلا دلیل دعوے کیا تھا اور محض اپنی خواہش نفس سے ان دلالات بغوی
کے بحر وجہت کا دعوی کیا جسکی صحت کلام ابن تیمیہ سے ثابت ہوئی والحمد للہ

اسیطرح روایات حاکم کو صحیح قرار دیا ہے جسکو حاکم نے علی شرط الشیخین صحیح
کہا تھا تو اسکے متعلق بھی جرح شاہ سلامت اللہ جو بلا دلیل ہے غلط ٹھہری
بلکہ قابل مضحکہ کیونکہ عنقریب تم کو معلوم ہوگا کہ حاکم انکے نزدیک نہایت ہی
جلیل القدر عالم ہے جسپر علامہ سبکی نے اتفاق علما نقل کیا ہے کہ حاکم اعظم سے
ہے جسکے بدولت خدا نے دین اسلام کو محفوظ کیا۔

اور صاحب جامع الاصول امام حاکم کے حق میں لکھتے ہیں کہ وہ عالم تھے
بعض حدیث و بحقیقت غوامض حدیث کے ساتھ اور جو کچھ اس نے صحیحین کے
اوپر کہا ہے بہ تحقیق و اجتہاد۔ فانہا اصل عبارت جامع الاصول یہ ہے وکان عالما
بالحاکم غیرہ هذا انه کان عالما بعلم الفن خبیرا بغوامضه
عارفا باسراره قال هذا القول وحکم علی الکتابین بهذا الحکم
الا بعد التفتیش والاجتهاد والتیقن لما امر علیهما الملی

پس امام حاکم کے قول و حکم کو نہ ماننا جو کیسا عظیم الشان عالم ہے مکابرہ کرنا
ہے جسپر کوئی التفات نہیں کر سکتا اور اسکے بعد تم کو معلوم ہوگا کہ صرف
بغوی اور حاکم ہی نے اس روایت کو صحیح نہیں کہا ہے بلکہ حفاظ متعدد سنی نے بھی
اسکو صحیح کہا ہے اور دیگر اہل سنت نے بھی مثل فریابی استاد و شیخ بخاری

نے اور عبد بن حمید و ابن المنذر - ابن جریر - ابن ابی حاتم - ابن الانباری نے
بطرق متعددہ اسکی روایت کی ہے - پس ایسی روایت صحیح کو جو بطرق عدیدہ
وارد ہے کیونکر شاذ یا مجروح و مقدوح کہہ سکتے ہیں

ہاں اگر قول بغوی و نیشاپوری و صاحب کشاف سے استدلال کرتے ہیں
اسکو انھوں نے پہلے لکھا ہے تو سخافت اسکی ظاہر ہے کیونکہ صاحب کشاف نے
یہ قول لکھا ہے ولا یلتفت الی ما زعموا من وقوعہ لحنا فی المصحف کہ نہ
التفات کیا جائیگا طرف اسکے کہ لوگوں نے گمان کیا ہے وقوع لحن کا قرآن
میں جس سے کسیطرح کی جرح و قدح اس روایت حاکم کی نہیں ثابت ہوتی
بلکہ اس سے صرف ناقابل التفات ہونا کلام عائشہ و عثمان کا ظاہر ہوا جو
اسکے قایل تھے کہ قرآن میں غلطی ہے - اس سے جرح روایت حاکم کیونکر
ثابت ہوئی

مترجم کہتا ہے بلکہ اس سے اور بھی صحت روایت حاکم ثابت ہوئی - کیونکہ
وہ تو وہی قول عائشہ و عثمان ہے - اسی قول عائشہ و عثمان کو صاحب کشاف
ناقابل التفات کہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ زعم انلوگوں کا ثابت ہے
مگر یہ زعم باطل ہے ناقابل التفات تو بہر طور روایت حاکم ثابت ٹھہری

علامہ فرماتے ہیں شاہ صاحب کا استدلال کلام زمخشری صاحب کشاف
سے اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ قابل اعتماد و اعتبار جس سے شاہ عبد العزیز وغیرہ
کا یہ دعوے باطل ہوا کہ وہ قابل احتجاج نہیں

یہ طریقہ جواب ان کا بمقابلہ اہل حق ہے جب تفسیر کشاف سے استدلال کرتے
ہیں تو حضرات اہل سنت معتزلی بناکر ناقابل اعتماد کر دیتے ہیں حالانکہ خود
علمائے اہل سنت اس کے قول سے استدلال کرتے ہیں - مگر شیعوں کے استدلال
کو انکا کلام ہے منہ بند کرتے

مفسر نیشاپوری نے لکھا ہے جس سے ممکن ہے کہ تقاضا [illegible] احتجاج کیا

كتبها الا ذلك او في بعضها
فهو اعتراف بصحة البعض
لم يذكر احد من الناس ان
اللحن كان في مصحف دون
مصحف ولم تأت المصاحف
قط مختلفة الا فيما هو من وجوه
القراءة وليس ذلك بلحن۔
الوجه الثاني على تقدير صحة
الرواية ان ذلك ما قل على
الرمز والاشارة ومواضع
الحذف نحو الكتب والصبرين
وما اشبه ذلك الثالث انه
مأول على اشياء خالف لفظها
رسمها كما كتبوا لااوضعوا
ولاذبحنه بالف بعد لا و
جزاء الظالمين
بواو والف وبايد بيائين
فلو قرئ ذلك بظاهر الخط
لكان لحنا وبهذا الجواب
وما قبله جزم ابن اشتة في
كتاب المصاحف انتهى۔

الا لوگوں نے کہ جمع کیا تھا اور منقول
کتابت ہو گئی جو سب کے سب انکا کہ
تھے اسکو نہ درست کیا تو دوسرا کون
درست کر سکتا ہے اور سیدنا عثمان نے ایک
ہی قرآن تو لکھوایا نہ تھا بلکہ بہت سے
مصاحف لکھوائے تھے پس اگر کہا جائے
کہ سب میں غلطی تھی تو یہ دعویٰ نہایت
بعید ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ بعض
میں غلطی تھی تو اس سے لازم آتا ہے
کہ بعض کی صحت کا اعتراف کیا جاوے
حالانکہ کوئی اس کا مدعی نہیں ہے کہ
بعض میں غلطی تھی بعض میں نہ تھی
اور نہ کوئی اسی کا قائل ہے کہ مصحفوں میں
اختلاف تھا بجز اسکے کہ بعض وجوہ قراءۃ
میں خلاف تھا جسکو کوئی لحن (غلطی)
نہیں کہتا۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ بعد فرض صحت
بطلان ان روایتوں کی تاویل کیجاتی ہے
کہ غلطی سے مراد رمز و اشارہ مصحف
کی غلطی ہے جیسے کتاب کو کتب لکھا
صابرین کو صبرین وغیرہ

تیسرا جواب یہ ہے کہ مراد غلطی سے اسی قسم کی غلطیاں ہیں جنمیں اصل لفظ و رسم
میں مخالفت ہے جیسا کہ لا اوضعوا کو لااوضعوا لکھا۔ یا لاذبحنہ کو لااذبحنہ لکھا۔

یا جزاء الظالمین کو جزاؤا الظالمین لکھا۔ یا بایدہ کو باییدہ لکھا دیا ہے کہ اگر مطابق اس رسم خط کے پڑھا جائے تو بیشک غلطی ہو گی۔ اسی جواب کو اور اسکے ماقبل والے جواب کو ابن اشتہ نے کتاب المصاحف میں پسند کیا ہے اور اسی پر جزم کیا ہے۔ تمام ہوا ترجمہ کلام سیوطی

جناب علامہ طاب ثراہ فرماتے ہیں سیوطی نے جو یہ تین جواب دی ہیں انکی سخافت ظاہر ہے کیونکہ بجز اسکے کہ عثمان صاحب معتقدین خلافت کو دھوکہ دیں اس کا اور کوئی فایدہ نہیں اور کسیطرح اس لائق نہیں کہ بمقابلہ اہل حق ان جوابوں کو پیش کریں یا ان اعتراضوں کا جواب دیں

پہلا جواب جو انھوں نے یہ دیا کہ یہ روایتیں مستند نہیں ہیں۔ ایسا لغو جواب ہے کہ قابل توجہ ہی نہیں کیونکہ ائمہ اہل سنت نے اس قسم کی روایتوں کو قبول کیا ہے اور بطریق حتم و جزم عثمان کے طرف اسی منسوب کیا ہے۔ چنانچہ بغوی نے معالم التنزیل میں لکھا ہے قال عثمان ان فی المصحف لحنا ستقیمہ العرب بالسنتہا کہا عثمان نے کہ قرآن میں غلطی ہے جس کو عرب اپنی زبان سے درست کرینگے جس سے معلوم ہوا کہ بغوی نے اسکو قول عثمان بالیقین بیان کیا۔ کیونکہ جو روایت بسلسلہ سند ہوتی ہے اس کا دارومدار سلسلہ رواۃ پر ہوتا ہے اور قال یا فعل وہاں کہا جاتا ہے جہاں قایل یا فاعل کے طرف نسبت اسکی یقینی ہو کہ اس نے ایسا کہا جسمیں کسیطرح کا شک نہیں ہے

اور شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ فوز کبیر فی اصول التفسیر میں فرماتے ہیں و در مثل والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ حضرت عثمان گفتہ اند سیقیمہا العرب بالسنتہا جس سے حضرت عثمان کا کہنا اس جملہ کو بطور حتم و جزم معلوم ہوا

اور نیز ثعلبی نے اس مضمون کی روایت کی ہے۔ حالانکہ ثعلبی ایسے مفسر ہیں کہ ان کی جلالت و امامت مفسرین کیلئے اور موثق و معتمد ہونا خود شاہ ولی اللہ

صاحب پدر تحفہ کے زبانی ثابت ہے جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔ اور خود خطبہ تفسیر ثعلبی سے ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ کتاب کیسی لکھی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں رضی اللہ ولہ الحمد من ذلک ما عرفت به الحق من الباطل والمفضول من الفاضل والصحیح من السقیم والحدیث من القدیم والبدعة من السنة والحجة من الشبهة فالفیت المصنفین فی هذا الکتاب فرقا علی طرق فرقة هم اهل البدع والاهواء معوجة المسالک والآراء مثل البلخی والجبائی والاصفهانی والرمانی وقد امرنا بمجانبتهم وترک مخالطتهم وعن الاقتداء باقوالهم وافعالهم والعلماء دین فانظروا عمن تاخذون دینکم جس سے معلوم ہوا کہ ثعلبی نے حق کو باطل سے اور مفضول کو فاضل سے اور صحیح کو سقیم سے اور قدیم کو حدیث سے اور بدعت کو سنت سے اور حجت کو شبہہ سے پہچانا ہے اور راہ تمیز و درایت پر رفتار کیا۔ صرف نقل روایت پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی کتاب کو ملخص و مہذب کیا کہ علم قران میں اسپر اعتماد کریں اور اقوال مبتدعین کو اقوال سلف صالحین سے مخلوط نہیں کیا اور طریقہ مبتدعین میں تفریق کی جو طریقہ نے تمیزان ہے کہ ہر قسم کے مضامین کو وہ لوگ لکھ دیتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ فاضل رشید نے شوکت عمریہ میں اگرچہ اپنے مذہب کے بہت سے حدیثوں کو رد کیا۔ یہانتک کہ جن حدیثوں کو امام حاکم نے مستدرک میں صحیح کہا تھا انکے رد و انکار میں بھی نہ تامل ہوا مگر ان حدیثوں میں جو عثمان سے دربارہ لحن قران مروی ہیں کوئی جرح و قدح اس کی نہ کی بلکہ خود اسکے شواہد تفسیر کبیر سے نقل کرکے اپنے مدعا کو ثابت کیا کہ عثمان صاحب کے نزدیک یہ قرات غلط تھی۔ تو اب یہ کہنا کہ یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں کس درجہ کی حماقت ہے۔

مترجم کہتا ہے سیوطی پر لازم تہا کہ پہلے ان احادیث کے وجوہ ضعف و مجروحیت کو دکہا دیتے کہ کن وجہوں سے یہ ضعیف ہیں تب یہ دعوی کرتے مگر افسوس ایک بات کو بھی پایہ ثبوت کو نہ پہونچایا بلکہ صرف اسنادہ ضعیف مضطرب منقطع لکہا جس سے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کون سا راوی ضعیف ہے۔ یا کیا اضطراب پیدا ہوا یا کہاں انقطاع ہوا جو یہ دعوے صحیح ہوسکے حالانکہ بفرض تسلیم بھی یہ جواب لغو ہے کیونکہ جب خود علمائے اہل سنتہ نے اسکو حتمی کلام عثمان مان لیا تو اب کوئی جواب نہیں چل سکتا

علامہ فرماتے ہیں رہا سیوطی کا یہ کہنا کہ عثمان نے اسکو آدمیوں کے لئے امام بنایا سمجھا پس اس کا مطلب تو یہی ہوسکتا ہے کہ اس روایت کو رد کریں کیہ روایت صحیح نہیں حالانکہ ائمہ اہل سنت نے اسکو بالقطع والجزم کلام عثمان مانا ہے پہر اسکے رد سے کیا نتیجہ

علاوہ بر اس اس میں کون سا محال لازم آتا ہے کہ عثمان نے اسکو امام بھی بنایا ہو اور اس میں جو غلطی ہو اسکو چھوڑ دیا ہو کہ عرب اپنی زبان سے درست کرلینگے۔ کیونکہ ایسا ہونا نہ مطابق مذہب اہل سنت کے محال ہے نہ مطابق مذہب اہل حق شیعوں کے مطابق محال کا لازم نہ آنا تو ظاہر ہے کہ وہ عثمان کو مومن بھی نہیں جانتے چہ جائیکہ ان کو عادل جانتے ہوں۔ رہا مطابق مذہب اہل سنتہ ایسا ہونا وہ بھی ظاہر ہے کیونکہ کوئی سنی انکو معصوم نہیں مانتا پہر ان سے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو کون سا استبعاد ہے۔ استبعاد تو جب ہوتا ہے کہ کوئی انکو معصوم جانتا کہ وہ معصوم تھے کیونکر ایسی غلطی کرسکتے ہیں

مترجم کہتا ہے کہ میں سابق میں اسکو خود قرآن سے ثابت کرچکا ہوں کہ بہت سے صحابہ چاہتے تھے یہ قرآن بدلا جائے۔ اور پہر عثمان کے برادر رضاعی عبداللہ ابن ابی سرح کا الفاظ قرآنی کو بدلنا اور مرتد ہوکہ خارج از اسلام ہونا اور عثمان صاحب کا اسکی حمایت کرنا اور اپنے عہد حکومت میں منصب دینا اور خد

کتابت قرآن میں اسکو شریک کرتا یہ ایسے قراین ہیں جن سے یقین ہو سکتا ہے کہ عثمان صاحب نے عمداً قرآن میں غلطی کی ہوگی جس کا اقل درجہ یہ ہے کہ اون غلطیوں سے چشم پوشی کی ہوگی جو انکے ایما ندار کاتبوں کے بدولت اس میں ہگئی ہو پھر یہ کہنا کہ عثمان نے جس قرآن کو امام بنایا تھا کیونکر اس میں ایسی غلطی رہنے دی ہوگی کیسا لغو ہے

علامہ فرماتے ہیں۔ رہا سیوطی کا یہ جواب کہ قرآن کے کئی نسخے لکھے گئے تھے سبھوں میں غلطی ہونا مستبعد ہے اور بعض میں ہونا بعض میں نہونا کسی روایت میں مذکور نہیں لہذا یہ روایت بھی غلط ہے۔ ایسا لطیف وظریف جواب ہے کہ جسکی کوئی حد نہیں کیونکہ اولاً میں یہ کہتا ہوں کہ جتنے نسخے عثمان نے لکھوائے تھے ان سبھوں میں غلطی ہونا بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ اصل تو ایک ہی نسخہ تھا جس سے اور نسخے نقل کئے گئے۔ پس جب اصل نسخہ میں غلطی ہوئی تو تمامی نسخوں میں غلطی کا ہونا نہایت قرین قیاس ہے (بلکہ لازم ہے)

یہی وجہ ہے کہ جتنے نسخے قرآن کے اسوقت متعارف ہیں کہ ماخوذ ہیں نسخہ عثمانی سے سب میں وہی الفاظ ہیں اور وہی عبارتیں جن پر عثمان صاحب نے حکم غلطی لگایا تھا تو معلوم ہوا جو غلطی اصل نسخہ میں تھی وہی اب تک تمامی نسخوں میں باقی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ اصل یہ ہے غلطی کتابت میں دو قسم کی ہوتی ہے ایک غلطی مصنف کی دوسرے کتابت کی پہلی غلطی کو تو کوئی صحیح نہیں کر سکتا کیونکہ عام مصنفات میں دیکھا جاتا ہے جو غلطی مصنف سے ہو جاتی ہے وہ بجنسہ باقی رہتی ہے۔ جسکو شارح و محشی لوگ لکھ دیتے ہیں کہ یہاں مصنف سے غلطی ہوئی یا بعض شارح ازراہ کمال حسن عقیدت تاویل کرکے اسی غلطی کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا دستور ہے شرح بخاری میں کہ معاذ اللہ خدا پر یا رسول پر ہزاروں لزام آئے وہ انہیں منظور ہے مگر امام بخاری

کی غلطی کا کبھی اقرار نہیں کرتے بلکہ اسکو صحیح بناتے ہیں

دوسری غلطی املا کی ہوتی ہے کہ کوئی حرف بدل جائے یا کوئی جملہ چھوٹ جائے تو اسکی اصلاح البتہ ہوتی رہتی ہے۔ حالانکہ قرآن میں اس دوسری قسم کی غلطی کی بھی اصلاح نہ کی گئی۔ تو پہلے قسم کی غلطی کو کون درست کرسکتا تھا بجز انہیں لوگوں کے جو مولف تھے یعنی عثمان صاحب اور صحابہ نے جنھوں نے اسکو لکھا۔ کیونکہ بقول شاہ ولی اللہ شیخین ہی مولف قرآن ہیں

عثمان صاحب جو تدافیسر ہیں خود کہہ رہے ہیں اس قرآن میں غلطی ہے صحابہ کہہ رہے ہیں درست کردیجئے۔ وہ کہتے ہیں چھوڑدو عرب اپنی زبان سے درست کرلیں گے۔ پھر کس کی مجال تھی جواب درست کرتا۔ تو جب اصل ہی نسخہ غلط مرتب ہوا پھر اس سے جو نقل ہوگا وہ کب صحیح ہوسکتا ہے

علامہ فرماتے ہیں ثانیاً ہمنے فرض کیا کہ غلطی بعض نسخوں میں تھی نہ سب میں مگر اس سے ایکو کیا فایدہ ہوا بجز اسکے کہ بعض نسخوں کی صحت ثابت ہوئی تو آپ کو نتیجہ کیا ملا کیونکہ جن لفظوں کی نسبت عثمان صاحب نے غلطی کا حکم دیا تھا۔ وہ الفاظ تو بجنسہ باقی ہیں۔ پس اگر کوئی ایسا نسخہ ہو جو اس متعارف کے علاوہ ہو اور وہ غلطی سے محفوظ بھی ہو تو ایکو کیا فایدہ

مترجم کہتا ہے اور یہ تو یقینی ہے کہ جس قران کو جناب امیرؑ نے جمع کیا تھا وہ تو ان سب خرابیوں سے پاک تھا مگر اسکو آپنے لیا کب و مانا کب ؟۔

رہا یہ کہ کسی نے یہ نہیں لکھا کہ بعض میں غلطی تھی بعض میں نہ تھی۔ یہ چند وجہوں سے مردود ہے۔

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ شہادت علی النفی مقبول نہیں خیال کیجئے زجاج کے انکار جرجواز کو اسی قسم میں داخل کیا ہے اور پایۂ اعتبار سے ساقط کیا ہے۔ پس انکار سیوطی بھی اسی قسم میں داخل ہوگا پھر وہ کیونکر قابل اعتماد ہوسکتا ہے۔

(۲) خود مخاطب یعنی مولوی حیدر علی صاحب نے مسلک اول منتہی الکلام میں لکھا ہے کہ عدم ذکر دلیل عدم نہیں ہوتا پس یہاں بھی اگر کسی نے نہیں ذکر کیا تو اس سے عدم واقعی نہیں لازم آتا بلکہ ممکن ہے کسی نے لکھا ہو اور اسے اطلاع نہ ہوئی ہو۔

(۳) یہ روایتیں اجمالا دلالت کرتی ہیں وقوع لحن پر مصاحف میں۔ اور جب سب میں لحن کا ہونا قایل کے نزدیک مستبعد ہے تو ضرور ہے کہ بعض میں ہو کیونکہ وقوع لحن یقینی ہے۔ تو خود اسحضین روایات سے ثابت ہوا کہ بعض میں ضرور لحن ہوا وہو المطلوب

(۴) وقوع لحن کا بعض مصاحف میں ذکر کرے یا نہ کرے جب الفاظ کی نسبت عثمان صاحب نے خود غلطی کا اقرار کیا ہے۔ تو حال قرآن متعارف میں غلطی کا پایا جانا ثابت ہوا

مترجم کہتا ہے پس قول سیوطی بہر طور غلط ہوا کیونکہ اصل مدعا اقرار عثمان بہ غلطی قرآن موجودہ بہر طور ثابت ہوا خواہ وہ غلطی کل قرآن میں ہو یا بعض میں ہو اور کسی نے اس کا ذکر کیا ہو کیونکہ اصل روایات میں تو لما فرغ من المصحف اتی بہ عثمان ہے یا لما کتبت المصحف عرضت علی عثمان ہے جس سے اس مصحف کی غلطی ظاہر ہے جو پہلے لکھا گیا اور نیز ان مصاحف کی غلطی نمایاں ہے جو عثمان پہ عرض کئے گئے تھے پھر بعض و کل کی بحث سے کیا فایدہ)

علامہ فرماتے ہیں رہا سیوطی کا یہ کہنا کہ لم تات المصاحف مختلفۃ یعنی مصاحف میں یا خود ہاکوئی اختلاف نہیں بجز ان اختلافات کے جو وجوہ قرأت سے متعلق ہیں اونکو کوئی لحن نہیں کہتا۔ پس اس وجہ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ عثمان صاحب نے ان قرائتوں کے غلطی کا حکم دیا۔

مترجم کہتا ہے کہ اس تقریر سے اور بھی ہمارا مدعا ثابت ہوا کیونکہ پہلے تو

تو یہ ثابت ہوا کہ جتنے مصاحف لکھے گئے تھے ان میں کسی نہ کسی طرح اختلاف ضرور تھا اگرچہ آپ اسکو وجوہ قرأت میں داخل کریں دوسرے یہ کہ آپ ان اختلافات کی نسبت حکم عثمان بہ غلطی قرآن نہیں مانتے تو ضرور ہوا کہ وہ کوئی ایسی غلطی ہوگی جو اسکے علاوہ ہوگی کیونکہ غلطی کا ہونا ضروری ہے اور اس قسم کی غلطیوں کو آپ غلطی کی حد سے خارج کرتے ہیں تو ضرور ہوا کہ وہ غلطی کوئی دوسری ہو جسکی اصلاح آجتک نہو سکی۔

علامہ فرماتے ہیں یا دوسرا جواب کہ روایات لحن قراں ماوّل ہیں یعنی ہم یہ تاویل کرینگے کہ عثمان کا مقصود اس سے غلطی ہے مواضع رمز و اشارہ میں۔ پس لغویت اسکی اسوجہ سے ظاہر ہے کہ عثمان نے ان ھذان لساحران کی نسبت غلطی کا اقرار کیا ہے۔ یہاں کسیطرح کی تاویل نہیں چل سکتی نہ حذف ہے نہ رمز ہے نہ اشارہ کیونکہ جسطرح یہ آیہ لکھا ہوا تھا اسیطرح پڑھا جاتا تھا۔ اسی طرح روایت عایشہ وسعید بن جبیر میں بھی کسیطرح یہ تاویلیں نہیں چل سکتیں۔

ہاں جن روایتوں میں الفاظ کی تصریح نہیں ہے ہاں یہ تاویل چل سکتی ہے بخلاف ان روایتوں کے جن میں الفاظ کی تصریح ہے وہاں تو کسیطرح اس تاویل کا موقع نہیں اور جب روایات مفصلہ میں اس تاویل کی گنجایش نہیں تو مجملہ میں بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ بالاتفاق ایک حدیث کی تفسیر دوسری حدیث سے ہوتی ہے

دوسری خرابی تاویل میں یہ لازم آتی ہے کہ تاویل میں امر ظاہر کو چھوڑ کر غیر ظاہر مراد لینا پڑتا ہے جو بلا ضرورت جایز نہیں اور ضرورت کا نہ ہونا کلام فاضل رشید سے ظاہر ہے جنھوں نے بصراحت تمام بیان کیا اور اسیکو صحیح کہا کہ عثمان نے قرآن کو غلط کہا اور جو کچھ عثمان نے کہا وہی صحیح تھا پھر تاویل کی کیا ضرورت (کیونکہ فاضل رشید لکھ چکے ہیں قرأت حضرت

حضرت عثمان دریں آیہ کریمہ ان ہذین لساحران بود چنانچہ قرات حضرت عائشہ و زبیر و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم ہمیں است پس نزد ایشان قول حق تعالے ان ہذین لساحران باشد نہ ان ہذان لساحران تا متوجہ شود بر ایشان طعن حکم لحن در قول حق تعالیٰ" جس سے معلوم ہوا کہ عثمان نے جو ان ہذین لساحران کو غلط کہا تو اس سے کسیطرح کا طعن عثمان پر نہیں ہوتا پھر تاویل کی کیا ضرورت ہے (مترجم) حالانکہ رسم خط وغیرہ میں جو اختلاف ہوتا ہے کہ کتاب کو کتب لکھے یا صابرین کو صبرین۔ اس کا اتباع تو اہل سنت کے یہاں مستحسنات سے ہے اور مقصد واقع ہوا۔ اسکے نسبت کیونکر عثمان صاحب کہہ سکتے ہیں کہ یہ لحن ہے جس سے ان کی ناراضی اس غلطی سے ظاہر ہے۔ پس اگر یہ تاویل قبول کیجائے تو لازم آتا ہے عثمان صاحب کے اصطلاح میں وہ غلطی ہو جو اہل سنت کے یہاں کسیطرح غلطی نہیں بلکہ اُسکا اتباع لازم ہے یہ ایسی تاویل سیحون کر سکتا ہے۔ جس سے ان کی بیعقلی ظاہر ہو۔ اور اس سے زیادہ بےعقلی ان صحابہ کی نمایاں ہوتی ہے جو اسپر اصرار کرتے ہیں کہ اسکو درست کر دیجئے۔

مترجم کہتا ہے مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ہماری کتابت میں لفظ خواب بالفظ خواہ مخواہ کسطرح لکھا جاتا ہے اور تلفظ کسطرح ہوتا ہے اسکی نسبت تو کوئی نافہم یہ نہیں کہتا کہ املا اس کا غلط ہے۔ اگرچہ نادان بچے اسپر معترض ہو سکتے ہیں۔ مگر کوئی سمجھدار تو نہیں ایسا کہہ سکتا تو اگر کوئی بڑا قابل شخص کسی کے خط یا عبارت کی نسبت یہ کہے کہ اس میں غلطی ہے تو کوئی اس سے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اتنے بڑے لائق شخص نے اسمیں یہ غلطی نکالی ہو کہ خواب کیوں لکھا گیا خاب کیوں نہ لکھا۔ یہی حالت بجنسہ یہاں ہے اگر یہ مانا جائے کہ عثمان صاحب نے اس قسم کے

املا پر یہ اعتراض کیا ہے تو حیف ہے انکی فہم پر اور حیف ہے ان صحابہ پر جو خلیفہ سے اصرار کرتے ہیں حضور اسکو درست کریں

علامہ فرماتی ہیں۔ رہا جواب ثالث کہ غلطی سے مراد رسم خط کی غلطی ہے تو یہ ایسا لغو جواب ہے کہ بیان کی بھی حاجت نہیں اور کافی ہے کہ اسکے جواب میں ابن الانباری کا کلام جیسے سیوطی نے نقل کیا ہے انہ قال ومن زعم ان عثمان اراد بقوله اری فیه لحنا۔ اری فی خطه لحنا اذا اقمناه بالسنتنا کان لحن الخط غیر مفسد ولا محرف من جهة تحریف الالفاظ وافساد الاعراب فقد ابطل ولم یصب لان الخط منبی عن النطق فمن لحن فی کتبه فهو لاحن فی لفظه ولم یکن عثمان لیوخر فسادا فی تمام الفاظ القران من جهة کتب ولا نطق ومعلوم انه کان مواصلا لدرس القران متقنا لالفاظه وافقا علی ما رسم فی المصاحف المنفذة الی الامصار والنواحی یعنی کہا انباری نے جو شخص یہ گمان کرے کہ عثمان نے جو کہا میں اس میں غلطی پاتا ہوں۔ اس سے مراد غلطی کتابت ہے جیسے ہم اپنی زبان سے درست کرلیں گے لہذا یہ غلطی نہ باعث فساد ہے نہ باعث تحریف من جہت الالفاظ وفساد الاعراب تو ایسا گمان لغو ہے کیونکہ خط تو خبر دیتا ہے نطق سے پس جسنے کتابت میں غلطی کی اس نے نطق میں بھی غلطی کی اور عثمان ایسے نہ تھے کہ تمام قران کو خواہ من حیث الکتابت ہو یا من حیث النطق چھوڑ دیتے کیونکہ معلوم ہے وہ برابر درس قران جاری رکھتے الفاظ کو درست کرتے مطابق اسکے جو لکھا گیا تھا ان مصاحف میں جو تمام شہروں میں بھیجے گئے تھے۔

تو سیوطی کی یہ تاویل خود بخود غلط ہوگئی کہ لحن سے مراد مخالف رسم خط ہے الفاظ قران کے علاوہ بریں اگر ان ھذان لساحران کو جسطرح لکھا ہے

اوسطرح نہ پڑھتے بلکہ یا سے پڑھتے (ہذین لساحرین) تو البتہ اس تاویل کو کسی طرح کی گنجایش ہوتی - اسیطرح دوسری آیتوں مین قرات مطابق رسم خط ہوتی تو البتہ یہ تاویل چل سکتی تھی - مگر جب ان قراتوں میں جو مشہور اور متعارف ہیں ان الفاظ کو اوسیطرح پڑہتے ہیں جسطرح لکھا ہوا ہے تو پھر حکم عثمان کو بہ غلطی قران - اس تاویل علیل سے کیونکر درست کرسکتے ہیں اور ایسی تاویل کب قابل سماعت ہے -

میں جب اس مضمون کو لکھ چکا اور اتقان سیوطی میں نظر کیا تو دیکھا کہ خود سیوطی نے بھی یہی اعتراض کیا ہے اور اس تاویل کو باطل کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں اخرج ابی ابن اشتہ عن ابراھیم النخعی انہ قال ان ھذان لساحران وان ھذین لساحرین سواء لعلھم کتبوا الالف مکان الیاء والواو فی قولہ والصابئون والراسخون مکان الیاء قال ابن اشتہ یعنی انہ من ابدال حرف فی الکتابۃ بحرف مثل الصلوۃ والزکوۃ والحیوۃ و اقول ھذا الجواب انما یحسن لو کانت القراءۃ بالیاء فیھا والکتابۃ بخلافھا واما والقراءۃ علی مقتضی الرسم فلا

ابن اشتہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ ان ہذان لساحران اور ان ہذین لساحرین دونو اکیساں ہیں - شایداون لوگوں نے حرف یا کی عوض حرف الف لکھدیا - یا صابئون والراسخون کو بجاے الصابئین والراسخین واو سے لکھدیا حالانکہ یا سے ہونا چاہئے پس یہ اس قسم سے ہوا کہ کتابت میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلدیا لفظ صلوۃ وزکوۃ وحیوۃ لکھا جاتا ہے -

میں کہتا ہوں (سیوطی) یہ جواب اوسوقت درست ہوتا کہ پڑہنا تو یا سے ہوتا اور لکھنا اوسکے خلاف (جیسا کہ حیوۃ وصلوۃ وزکوۃ میں ہے کہ کتابت واو سے ہے مگر قرات الف سے) رہا جبکہ قرات مطابق کتابت ہے تو یہ جواب چل نہیں سکتا -

تو بہرطور یہ جواب غلط ٹھرا اور اوسکی لغویت سبکو معلوم ہوئی کہ خود سیوطی بھی اسکو مہمل کہ رہے ہیں -

سیوطی نے اس سب جوابوں کے بعد ایک دوسرا جواب بھی تراشا ہے جسکو سب جوابوں سے قوی سمجھتے ہیں اور اوس پر شکر خدا بجالاتے ہیں کہ گویا اس مہلکہ سے اونہوں نے نجات پائی چنانچہ فرماتے ہیں ثم قال ابن اشتہ انبانا محمد بن یعقوب حدثنا ابو داود سلیمان بن الاشعث ثنا احمد بن مسعدة ثنا اسمعیل اخبرنی الحرث بن عبد الرحمن عن عبد الاعلی عن عبد اللہ بن عامر قال لما فرغ من هذا المصحف اتی به عثمان فنظر فیه فقال احسنتم واجملتم اری شیئا سنقیمه بالسنتنا فهذا الاثر لا اشکال فیه وبه یتضح معنی ما تقدم فکانه عرض علیه عقب الفراغ من کتابته فرای فیه شیئا کتب علی غیر لسان قریش کما وقع لهم فی التابوت والتابوة فوعد بانه سیقیمه علی لسان قریش ثم وفی بذلک عند العرض والتقویم ولم یترک شیئا ولعل من روی الاثار السابقة عنه حرفها ولم یتقن اللفظ الذی صدر عن عثمان فلزم منه ما لزم من الاشکال فهذا اقوی ما یجاب به عن ذلک وللہ الحمد انتهی

یعنی ابن اشتہ نے عبد اللہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ جب فارغ ہوے کتابت مصحف سے تو لائے عثمان کے پاس۔ عثمان نے اوسکو دیکھا تو عثمان نے کہا خوب لکھا تمنے اسمیں ہم کچھ ایسی چیز پاتے ہیں جسکو ہم اپنی زبان سے درست کر لینگے۔ یہ روایت ایسی ہے کہ اسمیں کوئی اشکال نہیں اور اسکی بدولت ظاہر ہو جاتا ہے معنی روایت سابقہ کا بھی کیونکہ گویا بعد فراغ کتابت لوگوں نے جب اسے پیش کیا تو عثمان نے کچھ ایسے الفاظ پائے جو غیر لسان قریش پر لکھو گئی تھی جیسا کہ تابوت و تابوۃ میں ہوا تھا پس وعدہ کیا اوسکو درست کر دینگے بعدہ وفا کیا ساتھ اسکے وقت عرض و تقویم اور نہ چھوڑا کسی شئی کو۔ پس گویا کہ جن لوگوں نے پہلے روایتیں نقل کیں اونہوں نے تحریف کر دی اور درست نہ یاد رکھا ان الفاظ کو جو عثمان سے صادر ہوئے تھے جس سے وہ سب خرابیاں لازم آئیں۔ یہ جواب سب سے قوی ہے جسکی بدولت ان اعتراضوں کا جواب دیا جا سکتا ہے والحمد للہ۔

علامہ فرماتے ہیں سیوطی نے جو اس جواب کو قوی سمجھا ہے اور خوش ہوئے کہ اون
الزاموں سے نجات ملی جسے نہایت سخت اور مشکل بتایا تھا - تو حق یہ ہے کہ یہ جواب
سب سے زیادہ ضعیف اور کمزور ہے کیونکہ سابق روایتوں میں جنسے الزامات پیدا ہوئے
اور اس روایت میں جسے دافع الزام سمجھتے ہیں - کوئی فرق نہیں بجز اسکے کہ روایات سابقہ
میں اصلاح قران کی نسبت غیرونکی طرف تھی بصیغہ غائب کہ عرب اوسکو درست
کرینگے - اور اس روایت میں ضمیر متکلم مع الغیر ہے کہ ہملوگ درست کرینگے پھر اس سے
نتیجہ کیا نکلا کیونکہ اصل قران میں غلطی کا واقع ہونا دونو قسم کی روایتوں سے ثابت
ہوا اور پھر اوس غلطی کا درست ہونا کسی روایت میں مذکور نہیں - پھر اس روایت
سے کیا نفع ہوا -

رہا یہ امر کہ اپنے دلسے یہ احتمال پیدا کر لیا جائے کہ اس غلطی کی اصلاح ہوگئی -
اگرچہ یہ احتمال محض احتمال ہے - مگر اسی روایت کے اثر سے ہے کیونکہ اسمیں ایک
وعدہ کا ذمہ کیا ہے - کہ ہملوگ اوسکو درست کرینگے - بخلاف روایات کہ اونمیں
تو حضرت عثمان کی ممانعت اس غلطی کی اصلاح سے مذکور ہے کہ حضرت عثمان
نے کہا چھوڑ دو - جس سے معلوم ہوا کہ ہرگز اوس غلطی کی اصلاح نہیں ہوئی -
بلکہ دوسرونکو بھی منع کیا - جس سے معلوم ہوا کہ اور کسی نے بھی نہیں درست کیا
مگر یہاں جو سیوطی نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس روایت سے روایت سابقہ
کے معنی بھی واضح ہوگئے نہایت تعجب خیز ہے - کیونکہ اگر اس روایت کے یہ
مطلب لئے جائیں کہ پھر عثمان نے اوس غلطی کو درست کر دیا تو یہ روایت
منافی ہوگی اون روایات کی جنمیں ممانعت عثمان منقول ہے اصلاح اغلاط
سے تو پھر دونوں میں جمع کیونکر ممکن ہے یا ایک دوسرے کی موضح کیونکر ہو سکتی
ہے - ہاں اگر اس روایت کے وہی معنی لئے جائیں جو ظاہر الفاظ سے پیدا ہوتے
ہیں کہ عثمان نے غلطی کا اقرار کیا اور درستگی کا وعدہ بھی کیا مگر ایفا نہو سکا
بہانہ کیا تو البتہ کل روایتوں میں اتحاد کی صورت ہو سکتی ہے فرق ہوگا تو سقیم

کا جو جمع متکلم مع الغیر ہے اور سیقیم کا جسکی ضمیر غائب عرب کی طرف پھرتی ہے۔
اسکے علاوہ جن روایتوں میں تفصیل الفاظ مذکور ہے اوسپر غور کیجئے تو معلوم ہو
کہ کسیطرح اوس وعدہ مکذوبہ کا ایفا نہوا کیونکہ منجملہ اون الفاظ کے جنکی نسبت
عثمان نے حکم غلط کیا تہا۔ ان ھذان لساحران ہے اور وہ اوسیطرح آجتک
موجود ہے پہر اصلاح کہاں ہوئی جسکی نسبت دعوی کیا کہ عثمان نے اپنا وعدہ
پورا کیا ہوگا۔
رہا یہ دعوی کہ سابق والی روایتیں جنمیں سیقیم العرب وارد ہے اونمیں تحریف
ہوئی ہو جیسا کہ سیوطی نے لکھا تو بچند وجہ مردود ہے اولاً اسوجہ سے کہ بتصریح
مخاطب ایسا عذر بلدہ قابل مضحکہ ہے پہر خود کیونکر یہ عذر پیش کرسکتے ہیں ثانیاً
اگر ادعائے تحریف اسی روایت ابو عبید میں کریں جسے ابو عبید سے نقل کیا ہے تو
ہمارا کوئی ضرر ہی نہیں۔ مگر اون روایتونکا کیا جواب دینگے جنمیں اون الفاظ
کی غلطی کا بیان ہے جو آجتک قرآن میں موجود ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ علامہ ابو القاسم اصفہانی نے محاضرات میں سب تاویلوں سے
دست برداری کی اور لکھدیا کہ چونکہ کاتبین قرآن صنعت کتابت میں ماہر
نہ تھے اسوجہ سے بہت سے الفاظ بیقاعدہ لکھا (یعنی غلط لکھا) چنانچہ لکھتے ہیں
کان القوم الذین کتبوا المصحف لم یکونوا قد حذقوا الکتابۃ فلذلک
وضعت احرف علی غیر ما یجب ان تکون علیہ وقیل لما کتبت
المصاحف وعرضت علی عثمان فوجد فیہا حروفاً من اللحن فی
الکتابۃ قال لا تغیروھا فان العرب ستغیرھا او
ستعربھا بالسنتھا ولو کان الکاتب من ثقیف والمملی
من ھذیل لم یوجد فیہ ھذہ الحروف انتہی۔
یعنی جن لوگوں نے قرآن کو لکھا چونکہ فن کتابت میں کامل نہ تھے اسلئے
بہت سے الفاظ اوسطرح نہ لکھے گئے جسطرح لکھنا چاہئے تہا اور کہا گیا ہے

کہ جب مصاحف لکھے گئے تو عثمان کے سامنے پیش کئے گئے اونکو چند لفظوں میں
کتابت کی غلطی معلوم ہوئی۔ تو کہا اسکو تغیر نہ دو کیونکہ قریب ہے عرب اپنی
زبان سے درست کر لینگے۔ اگر کاتب قبیلہ ثقیف سے ہوتا اور لکھوانے والا
قبیلہ ہذیل سے تو یہ غلطیاں نہوتیں۔

مترجم کہتا ہے کہ ابتو بہت اچھی طرح واضح ہو گیا کہ خود حضرت عثمان
کے بیان سے اس قران میں تحریف ہوئی۔ غلط لکھا گیا اور عثمان صاحب نے
اون غلطیونکو اوسی طرح رہنے دیا اور کسیطرح اوسکی اصلاح نہ کی بلکہ اون
کندہ ناتراش عربونکے حوالہ کیا کہ وہ اپنی زبان سے درست کر لینگے جنہیں آبدست
بھی نہ کرنے آیا۔

اس تحریر سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ فرقہ کیسا ناحق شناس اور ہٹ دہرم
ہے کہ کبھی کسی امر حق کا اقرار نہیں کرتا کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں اور آخر
کو منہ کی کہاتے ہیں مگر قایل ہونیکا نام نہیں لیتے۔
پھر آپ ہی فرمائے شیعونکا کیا قصور ہے جو ان روایات صریحہ اور احادیث صحیحہ سے
ثبوت تحریف قران پر استدلال کرتے ہیں اور عثمان صاحب کی کمال ایمانداری کو
دکھاتے ہیں کہ خود تحریف کا قران میں اقرار بھی کرتے ہیں اور پھر لوگونکو منع کرتے
ہیں کہ اس غلطی کی اصلاح نہ کرو اور پھر تمامی صحف کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتے
ہیں کہ دوسرا کوئی نسخہ رہنے نپائے۔ ہاں یہ بھی ان روایات سے ظاہر ہوا
کہ یہ نوشتہ کسی نوشتہ سے نہیں مرتب کیا گیا تھا بلکہ زبانی یادداشت سے
کیونکہ اگر کوئی نوشتہ ہوتا تو اوسمیں ایسی غلطی نہوتی یا ہوتی تو اوس سے
مقابل کرکے درست کر لیا جاتا۔

جس مضمون کو امام ابو القاسم اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہے
اوسی مضمون کو علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ تاریخ میں ان لفظوں سے لکھتے
ہیں جس سے اور بھی علماء اہلسنت کی ایمانداری ثابت ہوتی ہے کہ وہ کسطرح

اپنے اسلاف صحابہ کی پردہ داری کرنا چاہتے ہیں دیکھو الشمس نمبر ۱۲ و ۱۱ جلد ۲ صفحہ ۱۸ علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں صفحہ ۳۹۶

صحابہ کا جاہل ہونا خط وکتابت سے اور اوس کی پیروی

واما مضر فکانوا اعرق فی البدو وابعد عن الحضر من اھل الیمن واھل العراق واھل الشام ومصر فکان الخط العربی لاول الاسلام غیر بالغ الی الغایۃ من الاحکام والاتقان والاجادۃ ولا الی التوسط لمکان العرب من البداوۃ والتوحش وبعدھم عن الصنائع وانظر ما وقع لاجل ذلک فی رسمھم المصحف حیث رسمہ الصحابۃ بخطوطھم وکانت غیر مستحکمۃ فی الاجادۃ فخالف الکثیر من رسومھم ما اقتضتہ رسوم صناعۃ الخط عند اھلھا ثم اقتفی التابعون من السلف رسمھم فیھا تبرکا بما رسمہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخیر الخلق من بعدہ المتلقون لوحیہ من کتاب اللہ وکلامہ کما یقتفی لھذا العھد خط ولی او عالم تبرکا ویتبع رسمہ خطأ وصوابا واین نسبۃ ذلک من الصحابۃ فیما کتبوہ فاتبع ذلک واثبت رسما ونبہ العلماء بالرسم علی مواضعہ ولا تلتفتن فی ذلک الی ما یزعمہ بعض المغفلین من انھم کانوا محکمین لصناعۃ الخط وان ما یتخیل من مخالفۃ خطوطھم لاصول الرسم لیس کما یتخیل بل لکلھا وجہ ویقولون فی مثل زیادۃ الالف فی لاذبحنہ انہ تنبیہ علی الذبح لم یقع وفی زیادۃ الیاء فی باییدانہ تنبیہ علی کمال القدرۃ الربانیۃ وامثال ذلک مما لا اصل لہ الا التحکم المحض وما حملھم علی ذلک الاعتقادھم ان فی ذلک تنزیھا للصحابۃ عن توھم النقص فی قلۃ اجادۃ الخط وحسبوا ان الخط کمال فنزھوھم عن نقصہ ونسبوا الیھم الکمال باجادتہ وطلبوا تعلیل ما خالف الاجادۃ من رسمہ وذلک لیس بصحیح - یعنی قبیلہ مضر والے (جسکی ایک شاخ قریش تھی) سب سے زیادہ گنوار تھے اور

اور تمدن سے دور بہ نسبت اہل یمن و اہل شام و اہل عراق و مصر کے اسلئے خط عربی
ابتداے اسلام میں بہت خراب تھا۔ پختگی۔ عمدگی اس میں نہ آئی تھی۔ بلکہ اوسط درجہ
بھی نہ تھا کیونکہ عرب میں جہالت اور وحشت غالب تھی اور صنائع سے دور رہتے ۔
دیکھو اون خرابیوں کو جو اسیوجہ سے رسم (خط) مصحف میں واقع ہوئی جسے صحابہ نے
خود اپنے ہاتھوں سے لکھا اور وہ اس فن کو اچھی طرح نہ جانتے تھے۔ لہذا بہت سے رسم
خط میں مخالفت ہوئی قواعد رسم و خط سے۔ پھر تابعین نے اونہیں کی پیروی کی بغرض
تبرک کہ صحابہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا جیسا کہ اس زمانہ میں بھی ہوتا ہے کہ کسی ولی یا بزرگ کا
لکھا ہوا بحفاظت رکھا جاتا ہے۔ اور اوسکی حفاظت کی جاتی ہے اگرچہ وہ خطا ہو یا صواب
پس اسکو کیا نسبت ہے اوس سے جو صحابہ نے لکھا اور اوسکی پیروی کی جاتی ہے جسپر
علما نے تنبیہ کیا اکثر مواضع میں تم اون غافلوں کی طرف نہ خیال کرو جو یہ خیال کرتے
ہیں کہ صحابہ اس فن کو خوب جانتے تھے اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ بعض جگہ جو رسم خط کی
مخالفت کی گئی ہے تو اوس میں مصلحت ہے مثلاً لا اذبحنہ کو لا اذبحنہ لکھتے ہیں
اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ ذبح واقع نہیں ہوا اس لئے لا اذبحنہ لکھا گیا تا کہ معلوم
ہو ذبح واقع نہیں ہوا۔ اسیطرح باید کو باییدو دیا سے لکھتے ہیں جس سے اظہار کمال
قدرت خدا مقصود ہے اسطرح کی یہ سب تاویلیں تحکم محض ہیں جسکا باعث یہ ہے کہ چونکہ وہ
صحابہ کے ساتھ حسن عقیدت رکھتے تھے اور بدخطی کو اون کے لئے موجب نقص سمجھتے تھے اسلئے
ہر طرح کی تاویل کی کہ اون کا فعل درست قرار پاے حالانکہ کسی طرح جائز نہیں ہے۔
اس تحریر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ جو کچھ کیا گیا محض صحابہ کی غرض سے نہ قرآن کی
حفاظت کیلئے نہ حکم خدا کی حفاظت کے لئے بلکہ صحابہ پرستی نے اسپر مجبور کیا کہ ہر طرح کی غلطی
قرآن میں رہ گئی اور آج تک اوس کی پیروی جاری ہے۔
علامہ فرماتے ہیں جب یہ حالات ہمکو معلوم ہوئے تو آؤ دوسری روایتیں بھی دیکھو جنمیں تصریح
ہے اسپر کہ قرآن میں غلطی رہ گئی جسکے بعد پھر تم یہ دعوی نہیں کرسکتے کہ الحق تحریف کے قائل
ہیں (جسکی حقیقت عنقریب ظاہر ہوگی)

تصریح عائشہ کہ قرآن کی آیتوں میں غلطی ہوئی

قال ابو عبید فی فضائل القرآن ثنا ابو معویہ عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن جدہ قال سالت عائشۃ عن لحن القرآن عن قولہ ان ھذان لساحران وعن قولہ والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ وعن قولہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاری قالت یا ابن اختی ھذا عمل الکتاب اخطؤا فی الکتاب ھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین ۔

علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں ۔ کہا ابو عبید نے فضائل قرآن میں کہ ہشام بن عروہ ۔ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ عائشہ سے مینے سوال کیا لحن قرآن کے بارہ میں (۱) ان ھذان لساحران (۲) المقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ (۳) ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاری ۔ تو کہا اے برادر زادے یہ عمل ہے کاتبوں کا جنہوں نے غلطی کی کتابت میں ۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں بر شرط شیخین

اور ان لوگوں کے علاوہ دوسرے آئمہ کبار اہلسنت نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے مثل سعید بن منصور ۔ ابن ابی شیبہ ۔ ابن ابی داؤد ۔ ابن جریر ۔ ابن منذر (جو آئمہ محدثین اہلسنت سے ہیں) چنانچہ علامہ سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں اخرجہ ابو عبید فی فضائلہ وسعید منصور وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن ابی داؤد وابن المنذر عن عروۃ قال سالت عائشہ عن لحن القران ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون ۔ والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ وان ھذان لساحران فقالت یا ابن اختی ھذا عمل الکتاب اخطؤا فی الکتاب ۔

ترجمہ اسکا وہی ہے جو سابقاً مذکور ہوا کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھتیجے عروہ بن الزبیر سے کمال غم و پشیمانی فرمایا اے بھتیجے تعجب کیا ہے یہ تو لکھنے والوں کی غلطی ہے جو غلط لکھ گئے ۔

امام راغب اصفہانی نے بھی جو آئمہ اہلسنت سے ہیں اس روایت کو محاضرات میں لکھا ہے اور ابو عمر دانی کہ مقتدائے ہر قاصی و دانی ہیں اور فضائل و مناقب انکی تبیان فی شرح

مورد الظمان سے ظاہر ہے۔ اپنے رسالہ مقنع میں اس روایت کو وارد کیا ہے جسکا نسخہ منتہ
پیش نظر حقیر ہے لکھا ہے۔ نا الخاقانی قال نا احمد بن محمد قال نا علی بن عبد العزیز
قال نا ابو عبید قال نا ابو معاویہ عن ہشام بن عروہ عن ابیہ قال سالت
عائشہ رضہ عن لحن القران عن قول اللہ عزوجل ان ہذان لساحران
وعن قولہ والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ وعن قولہ نعم ان الذین
آمنوا والذین ہادوا والصابئون فقالت یا ابن اختی ہذا عمل الکتاب
اخطؤا فی الکتاب۔

ترجمہ اسکا بھی وہی ہے جو سابقاً مرقوم ہوا کہ عروہ نے تین آیتوں کی غلطی کی وجہ دریافت کی تو عائشہ
نے کہا یہ غلطی ہے کاتبان قرآن کی جو غلط لکھ گئے۔

اب مناسب ہے کہ منصف لبیب بحکم انصاف ان روایات کو ملاحظہ کرے جو بتصریح علامہ
سیوطی صحیح الاسناد ہے علی شرط الشیخین جسکی جلالت سبکو معلوم ہے کہ ایسی روایتیں کس پایہ کی ہوتی
ہیں اور اونکی کیا قدر و منزلت ہوتی ہے

پھر اون جوابوں کو دیکھیں جنہیں سیوطی نے لکھا اور ایک جواب پر تو شکر خدا بھی بجا لائے مگر آخر کار
وبعد فہذہ الاجوبۃ لا یصلح شئی منہا عن حدیث عائشہ اما الجواب
بالتضعیف فلان اسنادہ صحیح کما تری واما الجواب بالرمز وما بعدہ
فلان سوال عروۃ عن الاحرف المذکورۃ لا یطابقہ انتہی۔

یعنی یہ سب جواب کوئی بھی اسکی قابلیت نہیں رکھتے کہ اعتراض کا جواب ہو سکے کیونکہ پہلا جواب جو ضعف
روایت کا دیا گیا ہے اوسکی حالت تمکو معلوم ہوئی کہ اسناد اسکی صحیح ہیں دوسرا جواب جو تاویل
دیا گیا کہ رمز و حذف یا رسم خط کی غلطی مراد ہے اوسکی لغویت سوال عروہ سے ظاہر ہے کہ عروہ نے
ہر ہر لفظ کو علیحدہ علیحدہ پوچھا ہے اور عائشہ نے غلطی کاتب کا جواب دیا ہے بیہودہ تاویل کیونکر چل سکتی ہے
اور حق تو یہ ہے کہ وہ سب جواب کیونکر دیا جاسکتا ہے کیونکہ عروہ نے جو اہلسنت کے عروۃ الوثقی میں اِن
تین آیتوں کے بارہ میں سوال کیا وہ آیتیں اوسیطرح اب تک قرآن مروج میں موجود ہیں اور

اونہیں آیتوں کو عروہ غلط بتا رہے ہیں اور حضرت عائشہ بھی تسلیم کرتی ہیں کہ بیشک یہ غلطی ہے کاتبوں کی۔

عروہ بیچارہ کس اضطراب سے اپنی عمہ جان مجتہدہ زمان علامہ دوران حضرت عائشہ سے سوال کرتے ہیں کہ قرآن میں یہ غلطی کیسی رہ گئی جسکا مقصود یہ تھا کہ آپ تو ہر طرح جوکس ہیں کوئی ایسا جواب دینگی جس سے التہاب فرو ہوگا۔

مگر وہاں سے ایسا منہ توڑ جواب ملا کہ اونکی ساری آرزو خاک میں ملگئی صاف صاف کہدیا اے لڑکے یہ پریشانی کیسی۔ کاتبوں سے غلطی ہوگئی غلط رہ گیا۔

منتہی جسم کہتا ہے کہ ہائے ہمارے لائق مخاطب اوسوقت موجود ہوئے جو ام المومنین کا منہ نوچ لیتے کہ آپ یہ کیسی بات فرمارہی ہیں۔ میں تو روافض کے مقابلہ میں یہ دعوی کرچکا ہوں کہ قرآن کا ایک نقطہ بھی غلط نہیں نہ غلطی بھرا قرآن رائج ہوسکتا ہے اگر حضرت ابوبکر چوکے تھے تو عمر صاحب کے طولانی زمانہ میں یہ غلطی کیونکر رہ گئی حالانکہ اونکو جو کچھ تصحیح قرآن میں اہتمام تھا کون نہیں جانتا اور حضرت عثمان نے تو کوئی کام ہی نکیا بجز اسکے کہ اوسی قرآن کو صاف کرلیا جو بعہد صدیق لکھا تھا پھر یہ غلطی کیسے رہ گئی وہ بھی ایک جگہ نہیں بلکہ بعدد خلفائے ثلثہ تین مقام پر جسکے مطلب یہ ہوئے کہ ہر خلیفہ کی یادگار میں ایک غلطی قایم کی گئی۔

سبحان اللہ کیا لطیفہ ہے کہ جسطرح تین آیتیں لکھنے سے رہ گئی تھیں جو بعدد خلفائے ثلثہ تھیں کہ بعد کو لکھی گئیں۔ اوسی طرح تین غلطی بھی رہ گئی جو آجتک موجود ہے اسپر بھی اہلسنت کو دعوی ہے کہ ہم تحریف قرآن کے نہیں قائل جسکا جواب بجز اسکے کیا ہوسکتا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی تلاوت کی جائے

علامہ فرماتے ہیں حیرت تو یہ ہے کہ حضرات صحابہ و جامع قرآن نے بھی اونہیں کاتبوں کی متابعت کی جنکی غلطی کا اقرار کرتے ہیں اور الکاتب کالحمار مشہور رہے اور یہ نہوسکا کہ اوس غلطی کو دفع کریں اور قرآن کو درست کریں۔

کیا غضب ہے کہ قرآن جو سرمایہ ایمان و سعادت دین و دنیا ہو وہ ان جہال و سفہا کے ہاتھ میں پڑکر ضحکہ اطفال و نسوان قرار پائے کہ ایک کہے اسمیں غلطی ہے دوسرا کہے ہاں

بتانا لائق کاتبوں نے لکھدیا اور کسی سے یہ نہو سکے کہ اوس غلطی کو دفع کرے۔
اس سے بڑھکر اہلسنت کی انصاف پسند یکیا ہوگی کہ اونکے مخزن میں تو اس قسم کی روایتیں بھری پڑی ہوں اور پھر اہلحق پر یہ اعتراض کریں کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں حالانکہ بالفرض اگر وہ روایتیں مان لی جائیں تو اوس سے بھی غایۃ الامر یہی ثابت ہوگا کہ قرآن کے بعض الفاظ میں تغیر ہوا۔ وہی مضمون تو ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ خود حضرت عثمان حضرت عائشہ سعید بن جبیر حسن بصری عروہ بن زبیر بآواز بلند کہہ رہے ہیں قرآن میں غلطی ہے حروف بدل گئے۔ صحابہ کہہ رہے ہیں درست کردو مگر حضرت عثمان کو یہ کد ہے کہ نہیں ہم اسی غلط قرآن کو شایع کرینگے تاکہ اونلوگو نکے جو اس درست ہوں جو تحریف قرآن کو محال بتاتے ہیں۔

ہاں روایات اہلحق اور روایات اہلسنت میں ایک فرق بھی ہے کہ اگر بالفرض روایات شیعہ سے تحریف قرآن ثابت ہوتا ہے تو بنابر اونکے اعتقاد کے تحریف و تصحیف کے کرنیوالے ضالین و مضلین تھے جنہوں نے گو بظاہر اسلام کو قبول کیا مگر باطن میں منافق تھے جنہوں نے بزور و ظلم قرآن میں تحریف کیا اور قرآن کو جلایا اور انواع و اقسام کی بدعتوں کے مرتکب ہوئے۔

بخلاف روایات اہلسنت کہ تحریف کرنے والے۔ غلط لکھنے والے۔ اور اوسی غلطی کو باقی رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو آئمہ دین اور مقتدایان اہلسنت سے ہیں کہ کسیطرح سے اونکی حقیت میں شک نہیں کرتے اونہیں آئمہ دین اہلسنت نے یہ تحریف بھی کی اور اوسی قرآن محرف کو کہ بنابر افادات شاہ عبد العزیز صاحب مماثل توریت و انجیل ہے اور بنابر افادات فاضل رشید الدین خاں نقوہم بادبنہ اور بنابر توہمات مخاطب (مولوی سید علی) بیاض عثمانی کو رواج دیا اور نسلا تو نسلا شایع کیا ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

مترجم کہتا ہے کہ روایات شیعہ کی حقیقت عنقریب مابعد انشاء اللہ معلوم ہوگی کہ اون سے کہاں تک تحریف ثابت ہوتی ہے اور کس قسم کی تحریف مگران روایات سے اہلسنت کا

قائل تحریف ہوتا تو کبھی طرح معلوم ہوا جسمیں کسیطرح شک نہیں ہوسکتا۔

تخطیہ عائشہ علامہ فرماتے ہیں یہانتک تو آپکو حضرات اہلسنت کی حیرانی و سرگردانی ان روایات کی بدولت معلوم ہوئی کہ کیسی کیسی تاویلیں کیں اور آخر کو اقرار کرنا پڑا۔ اب تازہ لطیفہ سنئے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی شاگرد رشید شاہ ولی اللہ نہ تاویل کرتے ہیں نہ کوئی بات بناتے ہیں بلکہ صاف صاف قول حضرت عائشہ کو غلط بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قول خلاف اجماع ہے چنانچہ اپنی تفسیر میں ذیل تفسیر آیہ ان ہذان لساحران کہتے ہیں

وما اختلفوا فی توجیہہ فروی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ انہ خطاء من الکاتب وھذا القول خطاء وخارق للاجماع۔

جس سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کے نزدیک حضرت عائشہ کا قول بغلطی کاتب کسیطرح تاویل پذیر نہیں ہے لہذا صاف صاف کہدیا کہ یہ قول خود خطا ہے اور خارق اجماع اسیطرح ابن السکین نے بھی صاف صاف کہدیا کہ حضرت عائشہ کے نزدیک کاتب کی غلطی ہے اور وہ اسکو غلط سمجھتی ہیں۔ اونکا قول قابل تاویل نہیں چنانچہ تفسیر درمضون فی علوم الکتاب المکنون میں فرماتے ہیں ذھب جماعۃ منھم عایشۃ ام المومنین وابو عمرو الی ان ھذا مما لحن فیہ الکاتب واقیم بالصواب یعنون انہ کان من حقہ ان یکتب بالیاء فلم یفعل ولم یقرأہ الناس الا بالیاء علی الصواب یعنی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے جنمیں ام المومنین عائشہ اور ابو عمر بھی داخل ہیں۔ کہ یہاں کاتب سے غلطی ہوئی کیونکہ حق اسکا یہ تھا کہ یا سے اسکی کتابت کی جاتی جو نہیں ہوئی اور صحیح اسکو وہی لوگ پڑھتے ہیں جو بجائے ان ہذان ھذین پڑھتے ہیں۔

مسجم کہتا ہے کہ اب اہلسنت عموماً اور مخاطب خصوصاً غور کریں کہ آپلوگ جو قرآن پڑھتے ہیں تو مطابق عقیدہ حضرت عائشہ غلط پڑھتے ہیں یا صحیح اور قرآن غلط ہے یا صحیح وغلط ہوا یا نہیں۔

دوسری آیات کی غلطی علامہ فرماتے ہیں۔ اہلسنت کا ابنا اس قسم کی روایتیں

ہنوز خالی نہیں ہوا بہت سی روایتیں ابھی ایسی پڑی ہیں جنمیں حضرت عائشہ کی اس جرات و دلیری کو دکہاتے ہیں کہ وہ دوسری آیات قرآنی کو بھی غلط کہتی تہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔

تذنیب یقرب مما تقدم عن عائشۃ ما اخرجہ الامام احمد فی مسندہٖ وابن اشتۃ فی المصاحف من طریق اسمعیل المکی عن ابی خلف مولی بنی جمع انہ دخل مع عبید بن عمر علی عائشۃ فقال جئت اسألک عن آیۃ من کتاب اللہ کیف رسول اللہ یقرءھا قالت ایۃ آیۃ قال الذین یؤتون ما اتوا والذین یاتون ما اتو فقالت ایھما احب الیک قلت والذی نفسی بیدہ لاحدیھما احب الیّ من الدنیا جمیعا قالت ایھما قلت الذین یاتون ما اتوا فقالت اشھد ان رسول اللہ کذلک کان یقرءھا وکذلک انزلت ولکن الھجاء حرف انتھی

تذنیب جو روایتیں سابق میں مرقوم ہوئیں اسکے قریب یہ روایت ہے جیسے امام احمد نے مسند میں اور ابن اشتہ نے مصاحف میں روایت کیا ہے عبید بن عمر سے کہ کہتے ہیں میں داخل ہوا عائشہ پر بایں غرض کہ سوال کروں ایک آیہ قرآنی کو کہ رسول اللہ کیونکر پڑہتے تھے عائشہ نے پوچھا وہ کون آیہ ہے مینے کہا الذین یوتون ما اتوا ہے یا الذین یاتون ما اتوا عائشہ نے پوچھا تو کسے زیادہ دوست رکہتا ہے مینے کہا کہ ایک اونمیں سے احب ہے تمامی دنیا سے پوچھا کسطرح مینے کہا الذین یاتون ما اتوا عائشہ نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ اسیطرح پڑہتے تھے اور یونہی نازل ہوا مگر کتاب میں تحریف کردی گئی۔

اور تفسیر درمنثور سیوطی میں ہے اخرج سعید بن منصور واحمد وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخہ وابن المنذر وابن ابی شیبہ وابن الانباری معا فی المصاحف والدارقطنی فی الافراد والحاکم

وصححہ وابن مردویہ عن عبید بن عمیر رض انہ سال عائشہ رض کیف کان رسول اللہ یقرء ھذہ الآیۃ والذین یؤتون ما اتوا والذین یاتون ما اتوا فقالت ایتھما احب الیک قلت والذی نفسی بیدہ لاحدھما احب الی من الدنیا جمیعا قالت ایھما قلت الذین یاتون ما اتوا فقالت اشھد ان رسول اللہ کذلک کان یقرءھا وکذلک انزلت ولکن الھجاء حرف

ترجمہ اسکا وہی ہے جو سابقاً مذکور ہوا کہ قرآن میں جو الذین یؤتون ما اتوا ہے یہ غلط ہے صحیح الذین یاتون ما اتوا ہے کہ اسیطرح نازل ہوا اور اسیطرح رسول اللہ پڑھتے تھے۔ مگر کاتبوں نے تحریف کر دیا اور اس روایت کے ناقل امام سعید بن منصور ہیں۔ اور امام احمد اور عبد بن حمید اور بخاری اپنی تاریخ اور ابن منذر و ابن ابی شیبہ و ابن الانباری مصاحف میں اور امام دارقطنی افراد میں اور امام حاکم جنہوں نے صحیح کہا ہے اور ابن مردویہ۔ جو سب آئمہ الحدیث سے ہیں۔

اب کہاں ہیں اہل انصاف جو یہاں داد انصاف دیں کہ خود امام احمد ابن حنبل تو اپنے مسند میں ایسی روایت لائیں جس سے بصراحت تمام حضرت عائشہ کا قائل بتحریف قرآن ہونا ثابت ہو کہ وہ مخدومہ اسیر شہادت دے رہی ہیں کہ اسیطرح نازل ہوا اور رسول اللہ اسیطرح پڑھتے تھے مگر کاتبین و جامعین نے اوسمیں تحریف کر دیا۔ مگر حضرات اہلسنت اپنی کتابونکو نہیں دیکھتے اور الٹے ہم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں کہ شیعہ قائل تحریف قرآن ہیں اور اس قول کو موجب تہوین و تحقیر کتاب اللہ جانتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس روایت کا اگرچہ صرف مسند احمد حنبل میں ہونا ہی اوسکے معتمد اور معتبر ہونے کو کافی ہے کیونکہ مطابق عقاید اہلسنت کتاب مسند احمد بن حنبل ایک اصل من اصول اسلام ہے اور ما سوا و علمائے محدثین کرام ہے جسکے صحیح ہونیکا بھی اکثر

علماے کو اقرار ہے جیسا کہ آیندہ مذکور ہو گا۔
مگر یہ بھی قدرت خدا ہے کہ یہ روایت صرف مسند احمد حنبل میں ہی نہیں ہے بلکہ خود امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی اسکو لکھا ہے۔ اور اسقدر آئمہ محدثین اہلسنت اسکے ناقل و راوی ہیں جنکا نام ہی سنتے اہلسنت کے حواس گم ہوں چہ جائیکہ عدم صحت وغیرہ کا بہانہ نکالیں۔

مترجم کہتا ہے کہ حضرات اہلسنت نے ابتدا ہی سے یہ بندش کی تہی کہ تحریف قران کے متعلق ہر قسم کے الفاظ کا استعمال کرینگے مگر لفظ **تحریف** نہ لائینگے جو اصلی اور صحیح لفظ ہے چنانچہ جتنی روایتیں اسوقت تک الشمس میں لکھی گئیں اونمیں یہ سب الفاظ آئے ہیں ذھب ۔ سقط ۔ غیر ۔ تغیر لحن الکاتب ۔ اخطاوا ۔ ابدل جسکے معنی تو وہی ہیں جو تحریف کے ہیں مگر لفظ تحریف نہیں لایے۔ لیکن الحمد للہ کہ اس روایت ام المومنین میں صاف صاف لفظ **حُرِّف** لایا گیا ہے جو ماضی مجہول کا صیغہ ہے تحریف سے۔

یہ ہے قدرت خدا کہ اسطرح حق ظاہر ہوتا ہے ہر چند چھپایا اور بچایا کہ لفظ تحریف نہ آنے پائے مگر خدا نے اونکی زبان سے کہلوا چھوڑا۔ اسپر بھی نہ سمجھیں تو انسے خدا سمجھے

تخطیہ حضرت ابن عباس آیہ حتی تستانسوا و تسلموا میں

علامہ فرماتے ہیں حضرات اہلسنت نے اسیقدر توہین و تحقیر قران پر نہیں اکتفا کیا کہ اوسکی غلطی کا حضرت عائشہ و عثمان کو بتایا جنکی روایتیں مذکور ہوئیں بلکہ حبر نبیل مفسر جلیل حضرت ابن عباس کی طرف بھی بہت سی روایتیں منسوب کرتے ہیں کہ وہ بھی قائل تحریف قران تھے چنانچہ **اتقان** سیوطی میں ہے ـــ

وما اخرجہ ابن جریر و سعید بن منصور فی سننہ من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ حتی تستانسوا و تسلموا قال انما	علامہ ابن جریر و سعید بن منصور اپنے سنن میں بطریق سعید جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آیہ حتی تستانسوا و تسلموا میں کاتب کی خطا سے

ھی خطاء من الکاتب حتی تستانسوا وتسلموا اخرجه ابن ابی حاتم بلفظ ھو فیما احسب مما اخطاو به الکتاب

کہ تستاذنوا کے عوض تستانسوا لکھا۔ اور روایت ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں میں گمان کرتا ہوں کہ کاتب نے خطا کیا

علامہ دہلوی فرماتے ہیں کہ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے عن مجاهد عن ابن عباس فی قوله لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا قال اخطاء الکاتب تستاذنوا بعد اوسکے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد بھی ہے علی شرط الشیخین جس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت محض روایت نہیں ہے بلکہ علی شرط الشیخین صحیح الاسناد بھی ہے۔

اس روایت کے راوی صرف یہی لوگ نہیں ہیں جن کا ذکر ہو چکا بلکہ اور علما بھی ہیں چنانچہ تفسیر درمنثور سیوطی میں ہے اخرج الفریابی و سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن الانباری فی المصاحف وابن منده فی غرائب شعبه والحاکم وصححه وابن مردویه والبیهقی فی شعب الایمان والضیاء فی المختارة من طرق عن ابن عباس فی قوله حتی تستانسوا وتسلموا علی اهلها قال انما هی خطاء من الکاتب انما هی حتی تستاذنوا

جس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے راوی امام فریابی بھی ہیں جو امام بخاری کے شیخ اور استاد ہیں۔ و سعید بن منصور عبد بن حمید۔ امام ابن جریر طبری۔ ابن المنذر۔ ابن ابی حاتم۔ ابن الانباری مصاحف میں۔ ابن منده غرائب شعبه میں۔ امام حاکم جنہوں نے صحیح بھی کہا ہے۔ ابن مردویه بیہقی شعب الایمان میں ضیاء مقدسی مختارہ میں چند طرق سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حتی تستانسوا غلط ہے۔ کاتب نے غلطی سے ایسا لکھا اصل میں تستاذنوا

تعجب ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی نے تو بعض روایات شیعہ پر جسمیں یہ مذکور ہے کہ آیہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس میں بجائے امۃ لفظ ائمہ تہا جو تحریف کر دیا گیا۔ یا بجا لفظ فلاں عمر تہا۔ اسقدر شور و غل مچایا کہ سر آسمان پر اوٹھا لیا و ان روایات سے یہ نتیجہ نکالا کہ معاذ اللہ شیعہ کتاب اللہ کی توہین و تحقیر کرتے ہیں کہ ایسی تحریف کے قائل ہیں جسنے تضلیل و تکفیر الحق کا دعوی کیا مگر اپنی ان روایتوں پر نہیں نظر کرتے کہ اسمیں کس قسم کے کفریات بہرے ہوے ہیں۔

روایات شیعہ پر تو اونھوں نے یہ سب بلند پروازی و کہا کہ شیعہ قرآن کو تقویم پارینہ سمجھتے ہیں اور بیاض عثمانی مثل توراۃ و انجیل ساقط الاعتبار و الاعتماد جانتے ہیں مگر حضرت ابن عباس حضرت عائشہ عثمان۔ سعید بن جبیر حسن بصری کے نسبت کچھ نہیں کہتے جو اسطرح صاف صاف غلطی کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا نے نازل کیا اسطرح حضرت اسکی تلاوت یوں فرماتے۔ مگر کاتبوں نے اسطرح لکھدیا۔

حضرات اہلسنت کو انصاف کرنا چاہیے کہ شیعوں پر تو آپکی چھری [illegible] ہے مگر نہ اپنے صحابہ کے نسبت کچھ ارشاد فرماتے ہیں نہ راویوں کے حق میں۔ نہ اون علما کی شان میں جنہوں نے ایسی روایتیں اپنی کتابوں میں لکہیں اور درج صحاح و مسانید میں کچھ تو انصاف کرنا چاہیے۔

مترجم کہتا ہے کہ احادیث شیعہ کی تحقیقات عنقریب آتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اونکا عقیدہ قرآن کے نسبت کیا ہے اور اسمیں یہ بھی دکھایا جائیگا کہ خود روایات اہلسنت میں بھی موجود ہے کہ امۃ کی جگہ پر لفظ ائمہ تہا جو بدل دیا گیا ہے۔ مگر ہم یہاں اوسکے متعلق نہیں لکھا چاہتے بلکہ یہ دکھاتے ہیں کہ جن روایات شیعہ میں تحریف کا ذکر ہے وہ الفاظ تو ایسے ہیں کہ ہر عاقل قبول کرسکتا ایک خاص غرض سے اسمیں تحریف کی گئی بخلاف ان الفاظ کے جو یہاں مذکور ہوئے کہ اونمیں تو کوئی وجہ اسکی نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں تحریف کی گئی بجز اسکے کہ انسانی کمزوری اسکا باعث ہے جسکا سبکو اقرار ہے کہ کاتب نے خطا کیا

جو ایک قرین قیاس امر ہے۔ مگر حیرت تو اسپر ہے کہ اتنے صحابہ موجود ہیں جنکی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے کسیکو اسکا خیال نہیں ہوتا کہ قران کو تصحیح توکر دیں۔

حضرت عثمان جنہونے لاکھوں نسخے قران کے جلا دئے وہ خود غلطی کا اقرار کرتے ہیں مگر درست نہیں کرتے بلکہ لوگونکو منع کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ جنکی جرات وشجاعت اسدرجہ پر تھی کہ اسد اللہ الغالب علی بن ابیطالب سے لڑنے سے اونکو خوف نہ آیا اور نہایت دلاوری سے معرکہ آرا ہوئیں کہ ہزاروں بیگناہ کا خون کیا مگر قران کے ایک حرف کو نہیں بدلتیں جسپر قسم کہائی ہیں کہ یہ غلط ہے اور رسول اللہ پر اسطرح نازل ہوا اور آپ اسطرح تلاوت کرتے مگر یہ نہیں ہوتا کہ اوسکو درست توکر دیں۔ آخر یہ کیا ہے۔

مگر حضرات اہلسنت اس اعتراض میں بہت تیز ہیں کہ جناب امیر نے اپنے عہد خلافت میں کیوں نہ درست کر دیا۔ حالانکہ دیکھ رہے ہیں تمامی صحابہ آپکے فریب میں مخالفت پر آمادہ ہیں بات بات پر آپسے لڑ رہے ہیں کوئی ایک حکم نہیں مانتا کوئی آپکی اطاعت میں نہیں۔ مگر حضرت پر یہ الزام ہے کہ صحیح قران کیوں نہ شایع کیا اور ان صحابہ پر کوئی الزام نہیں جو خود کہ رہے ہیں کہ قرآن میں یہ غلطی ہے وہ غلطی ہے اور صحیح نہیں کرتے۔

عجیب

اس ناانصافی کا علاج بجز خدا کون کرسکتا ہے کہ ایک طرف تو حضرت کو اسدرجہ مجبور کرتے ہیں کہ کوئی آپسے حکم رسول اللہ بھی سننا چاہتا۔ حدیثیں بھی نہیں لیتے حالانکہ سبکو اقرار ہے آپسے بڑہکر کوئی عالم نہیں۔ دوسری طرف یہ تشدد کہ اپنے قران کو کیوں نہ رایج کیا۔ آخر رائج کرتے توکیونکر کیا اوس زمانہ میں چھاپہ خانہ تھا کہ چھپوا دیتے اور اگر یہ بھی ہوتا تو نتیجہ کیا ہوتا کیا حضرت عثمان کے چیلے اون قرانوں کو نہ جلوا دیتے۔ آپکو تو معلوم ہوگا کہ حضرت حفصہ کا قرآن جو عمر صاحب کا درست کیا ہوا تہا اور مدۃ العمر اوسکی محافظت کرتے

غریب

رہیے اور مرتے وقت حضرت حفصہ کے حوالہ کر گئے۔ اوسے مروان نے بعہد معویہ بزور حکومت منگا کر پارہ پارہ کر دیا۔ پھر حضرت علیؑ کے جمع کیے ہوئے قرآن کو کب ہونے دیتے

ان روایات کی موضوعیت بحکم حکیم ترمذی

علامہ فرماتے ہیں تعجب ہے انکے شیخ المفسلین حکیم ترمذی سے جو اپنی نوادر الاصول میں۔ اس روایت کو جو ایسے ایسے آئمہ اعلام اہلسنت سے منقول ہوئی۔ مکاید زنادقہ سے شمار کرتے ہیں اور یہ کیسے کیسے علما معتمدین وثقات محدثین بلکہ صحابہ وتابعین کو جو مدار دین اور اساطین اسلام ہیں ان کا فضیحت ورسوا کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں والعجب من هولاء الرواة احدهم يروی عن ابن عباس انه قال فی قوله حتى تستانسوا وتسلموا هو خطاء من الكاتب انما هو تستاذنوا وتسلموا وما اری مثل هذه الروايات الا من كيد الزنادقة فی هذه الاحاديث انما يريدون ان يكيدوا الاسلام بمثل هذه الروايات فيا سبحان الله كان كتاب الله بين ظهرانی اصحاب رسول الله فی صحيح كتب الكتاب فيها ما شاؤا او يزيدوا او ينقصوا وروی عنه ايضا انه قال خطاء من الكاتب افلم ييأس الذين امنوا ان لو يشاء الله لهدی الناس جميعا انما هو افلم يتبين ... للغات انما يتغير معانيها بزيادة حرف ونقصان حرف ... قل ان اصحاب محمدؐ اهملوا امر دينهم حتی فوضوا عهد ... الى كاتب يخطی فيه ثم يقرؤه ابو بكر وعمر وابی بن كعبؓ حيث ... الی ابی بكر ثم من بعد مرة اخری فی زمن عثمان رضی الله عنه

تعجب ہے ان راویوں سے کہ ایک اونمیں سے روایت کرتا ہے ابن عباس سے ... تستانسوا وتسلموا میں غلطی ہے کاتب سے اصل میں تستاذنوا وتسلموا تھا۔ میری رائے میں یہ روایتیں کید زنادقہ سے ہیں جنھوں نے کید کیا اہل اسلام کے ساتھ۔ سبحان اللہ کیا کتاب خدا اصحاب رسول کے سامنے ضایع کی گئی کہ کاتبوں نے جو چاہا لکھ دیا اپنے جی سے جو چاہا زیادہ کیا یا کم کیا۔

یہ بھی ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کاتب نے آیہ افلم ییاس الذین
امنوا میں بھی غلطی کی کہ افلم یتبین تہا جسکو افلم ییاس الذین آمنو لکھدیا۔ یہ ایسی
لغتیں ہیں کہ اونکے معانی ایک حرف کی زیادتی یا کمی سے بدلجاتے ہیں۔ تو کیا
صاحب عقل یہ تجویز کرسکتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ نے اپنے امر دین کو مہمل
چھوڑدیا یہانتک کہ اونہوں نے اپنے خدا کے عہد کو مفوض کیا اوس کاتب کی طرف
جو خطا کرے اوسمیں۔ پہر اوسیکو باقی رکہیں۔ ابوبکر اور عمر اور ابی بن کعب جبکہ
جمع کیا اونہوں نے قران کو عہد ابوبکر میں پہر بعد اوسکے دوبارہ جمع کیا گیا زمانہ
عثمان میں۔
اس کلام حکیم ترمذی سے بوضاحت تمام ظاہر ہے کہ اس قسم کی حدیثیں دلالت
قطعیہ کرتی ہیں اسپر کہ خطا اور غلطی واقع ہوئی قران میں۔ اور یہ حدیثیں
کسیطرح قابل تاویل نہیں کہ کوئی تاویل چل سکے۔ اسیوجہ سے اونکے
نزدیک یہ حدیثیں موضوعات زنادقہ وملحدین سے ہے کہ چاہتے ہیں ان
رواتیونکے ذریعہ سے اسلام کو مطعون کریں اور دین خدا کو درہم وبرہم
اور طعن وعیب کو خلفا راشدین وائمہ مہدیین واصحاب مرضیین تک پہونچائیں۔
پس الحمدللہ کہ تاویلات ابن اشتہ وسیوطی وابوعمرو دانی وغیرہ
جو اونہوں نے ان رواتیوں میں کیا تھا باطل ہوئیں اور راہ چارہ وتدبیر انپر
بند ہوئی اور جو عمارت انہوں نے قایم کی تھی کہ اپنے علما ومحدثین کو الزام وضع
وافترا سے محفوظ رکہیں وہ سب منہدم ہوگئی بیخ بون بیو تکمرا دیدید۔
مترجم کہتا ہے کہ اصل مطلب ہمارا تو اس تحریر سے بخوبی ثابت ہوا
کہ معلوم ہوا یہ روائتیں صریح ہیں اس بارہمیں کہ ان رویتوں سے تحریف
قران بخوبی ثابت ہے۔ جس سے حکیم ترمذی نے اسکو موضوعات زنادقہ سے
قرار دیا کہ اونہوں نے ایسی روایتیں بغرض توہین اسلام بنائیں۔
رہا یہ امر کہ حکیم ترمذی اسکو موضوعات سے قرار دیتے ہیں۔ اس سے ہمارا کوئی

نقصان نہیں کیونکہ جب متعدد طرق سے اسکی صحت اور اسکا معتمد ہونا ثابت ہے۔ تو انکے اس کہنے سے کہ یہ موضوع ہے کیا ہوتا ہے۔ اون علما و محدثین کے مقابلہ میں انکی کیا حقیقت ہے جو اسکی صحت و اعتماد کو ثابت کرتے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے زور عقل سے چاہتے ہیں کہ واقعات صحیحہ کو باطل کریں اور اپنی زور طبع سے اون باتونکو مٹانا چاہتے ہیں جو کسیطرح مٹ نہیں سکتیں۔ خود تو اسکے بھی قائل ہیں کہ صحابہ معصوم نہ تھے صحابہ علم سے بے بہرہ تھے۔ دین کی اونکو کوئی پروا نہ تھی۔ دنیا پر جان دیتے تھے قرآن کی نہ تلاوت کرتے تھے نہ اصل مجموعہ قران کو اونہوں نے لیا جسے نفس رسول اللہ نے بحکم رسول جمع کیا تہا۔ پھر یہ باتیں کس بنا پر بناتے ہیں کہ کتاب خدا صحابہ کے درمیان میں ضایع ہوئی کاتبوں نے جو چاہا لکھدیا زیادتی کمی سب ہوگئی ۔۔

آخر اسپر تعجب کیوں ہے۔ کیا ایک واقعہ ہے جس سے انکار کیا جائیگا۔ ایک روایت ہے جو غلط قرار پائیگی ہزاروں واقعات ہیں ہزاروں روایات کس سے کس سے انکار کیا جائیگا جو کسی عاقل کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوسکتا

واقعات تو صاف صاف لفظوں میں کہ رہے ہیں کہ یہ بھی ایک معجزہ قران ہے جو اس حالت پر بھی باقی رہا اور خدا نے اونہیں ہاتھوں اسکو رائج کیا جو سب سے زیادہ اسکے معاند تھے اور سب سے زیادہ مخالف۔ اور اس سے بڑھکر اسلام کے حقیت اور قران کے روحانیت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

علامہ طاب ثراہ فرماتے ہیں روایت سابقہ سے زیادہ لطیف وہ روایت ہے کہ حکیم ترمذی نے اوسکے طرف اشارہ کیا اور مطابق روایت دیگر علما کے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ابن عباس نے آیہ افلم ییاس الذین کے نسبت فرمایا صحیح اسطرح تہا افلم یتبین الذین آمنوا ان لو یشاء اللہ جمیعًا ۔ جسکو کاتبوں نے افلم ییاس الذین آمنوا لکھدیا۔ یہ غلطی کاتبوں نے اسوجہ سے

ہوئی کہ جب اس آیہ کو انہوں نے لکھا تھا تو اونکو پینک آگئی خواب غفلت نے انکے
حواس کو باطل کر دیا جس سے ایسی غلطی ہوئی چنانچہ علامہ سیوطی اتقان میں
لکھتے ہیں وما اخرجہ ابن الانباری من طریق عکرمہ عن ابن عباس
انہ قرء افلم یتبین الذین امنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس
جمیعا فقیل لہ انہا فی المصحف افلم ییاس الذین امنوا قال اظن
الکاتب کتبہا وھو ناعس۔

ابن الانباری نے عکرمہ کے ذریعہ سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے
پڑھا افلم یتبین الذین امنوا جسپر لوگوں نے کہا کہ قرآن متداول میں تو
افلم ییاس الذین امنوا ہے کہا ابن عباس نے میں گمان کرتا ہوں کاتب
نے اس طرح اسوجہ سے لکھا کہ وہ پینک رہا تھا۔

علامہ محمد بن جریر طبری نے بھی اس روایت کو لکھا ہے حالانکہ یہ اعاظم
محققین واکابر متقدمین اہلسنت سے ہیں جیسا کہ دُرِّ منثور سیوطی میں ہے
اخرج ابن جریر وابن الانباری فی المصاحف عن ابن عباس
انہ قرء افلم یتبین الذین امنوا فقیل لہ انہا فی المصحف افلم
ییاس الذین امنوا فقال اظن الکاتب کتبہا وھو ناعس
ترجمہ اسکا بھی وہی ہے جو سابقًا مرقوم ہوا کہ کاتب قرآن لکھتے وقت
اونگھ گیا تھا جس سے افلم ییاس کو افلم یتبین لکھدیا شاہ ولی اللہ صاحب
ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں وور وقت انتساخ مصاحف عثمانیہ از اصل
شیخین ابن عباس با صحابہ دیگر مباحثہ فرمود و در بعض آیات وصی
ربک بجائے قضی ربک گفت افلم یتبین بجائے افلم ییئس خواند
آخرہا جماعہ دیگر التفات بہ بھی اونکردہ قضی ربک وافلم ییئس
نوشتند وہماں نسخ در آفاق شایع شد۔

مترجم کہتا ہے اس تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے

کی پھر بھی لکھتے ہیں کہ ان روایتوں کی غیر معتمد ہے اور حکم کرتے ہیں کہ ان روایتونکے لئے
تاویل کرنی چاہئے مگر کوئی تاویل نہیں فرماتے کہ آخر کونسی تاویل کی جاوے جس سے
قران بھی صحیح رہے اور یہ حدیث بھی جو صحیح السند ہے

کیا غضب ہے کہ خود تو ایسے تبحر علم کے مدعی ہوں اور اونکے مریدوہ درجہ اونکے
لئے قایم کریں جو کمتر کسیکو نصیب ہوگا۔ اسکے ساتھ قران کی صحت کا بھی دعوی کریں
اور حدیث کی صحت کا بھی اور کوئی تاویل نہ کرسکیں۔ بلکہ دوسرونکے حوالہ کریں کہ
مناسب تاویل کرلیں اور یہ نہ بتائیں کہ آخر تاویل ہی کیا ہوسکتی ہے جیسا کہ سیوطی
وغیرہ کو پیش آیا کہ خود ہی تاویل بھی کیا اور خود ہی باطل بھی کیا

عبارت مذکورہ بالا سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے کس مبالغہ اور اہتمام
سے صحت حدیث کو ثابت کیا ہے کہ بمقابلہ منکرین صحت فرمایا واللہ المستعان جس سے
کیسی تشنیع شنیع ہے اون لوگوں پر جو منکر صحت روایت ہیں اور اس روایت کو باطل
خیال کرتے ہیں کہ اونکے مقابلہ میں خدا سے طالب اعانت ہونا پڑا۔

مگر جب اسپر نظر پڑتی ہے کہ اسکے بعد بھی کوئی تاویل اسکی نہ لکھی تو نہایت حیرت
ہوتی ہے کہ جب انسے کوئی تاویل نہ بن سکی تو آپکے جہال مریدوں سے کیا بن سکیگی مگر شاید
خیال کیا ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جسطرح سیوطی وغیرہ تاویل کرکے مبتلائے فضیحتی ہوے
ہم بھی تاویل کرکے رسوا ہونگے لہذا یونہی چھوڑ دیا اور ایک حکم دیدیا کہ تاویل کرلو۔ تو اس
زمانہ کے اہلسنت کی کیا مجال ہے جو کوئی تاویل کرسکیں کیونکہ ابن حجر کے خاک قدم بننے کی
بھی تو کسی میں صلاحیت نہیں۔

سیوطی کی تاویلیں تو آپ دیکھ چکے کہ باوصف دعواے تبحر علم وکمال جب آمادہ تاویل
ہوئے تو ایسی مصیبت میں مبتلا ہوئے کہ قریب کلمۂ کفر حق میں حضرت ابن عباس اور عائشہ کے
کہ گئے۔

اب ہم نہیں کہ سکتے کہ حضرات اہلسنت ان روایتونکو دیکھ کر اپنی کیا حالت بنائینگے
کس صحرائے پریشانی میں منہ چھپائینگے کیونکہ ہر معمولی عقل والا آدمی بھی ان روایات سے

دیکھنے سے بلا تامل حکم لگا دیگا کہ روایات اہلسنت سے تو تحریف قرآن اس صراحت سے ثابت ہے کہ کوئی جواب ہی اسکا نہیں ہو سکتا ـ
کیا تعجب ہے کہ حضرت اہلسنت بجز اسکے کہ روایات شیعہ میں مضمون دیکھا کہ بجائے امہ لفظ آئمہ تہا ـ اسدرجہ بدحواس ہو گئے کہ نہ معلوم کس قسم کی تقریریں کیں کہ شیعہ قرآن کو نہیں مانتے یا اوسکی توہین و تحقیر کرتے ہیں ـ اور اپنی ان روایتوں کو نہیں دیکھتے جسمیں کیسی کیسی غلطیاں قرآن کی مذکور ہیں کہ ہر شخص حکم لگا سکتا ہے کہ قرآن میں صریحی تحریف ہوئی ـ

صورت تحریف وقضی ربک

اگرچہ بعد اسکے کہ صحت روایت تحریف ثابت ہو چکی اور طرق متعددہ سے اسکا اثبات کر دیا گیا ـ اسکی ضرورت نہ تھی کہ دوبارہ اسکے شواہد و دلائل لکھے جائیں ـ مگر چونکہ حضرت ابن عباس نے اصلی وجہ کو بھی لکھدیا ہے کہ کیونکر یہ تحریف ہوئی ـ اسلئے یہ روایت نہایت مفید ہے چنانچہ تفسیر در منثور سیوطی میں ہے اخرج الفریابی وسعید بن منصور و ابن المنذر وابن الانباری فی المصاحف من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ قال التزقت الواو بالصاد وانتم تقرؤنہا وقضی ربک واخرج ابن ابی حاتم من طریق الضحاک عن ابن عباس رض مثلہ واخرج ابو عبید وابن منیع وابن المنذر وابن مردویہ من طریق میمون بن مہران عن ابن عباس قال انزل اللہ ھذا الحرف علی لسان نبیکم ووصی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ التصقت احدی الواوین بالصاد فقرء الناس وقضی ربک ولو نزلت علی القضاء ما اشرک بہ احد اور اتقان میں ہے اخرج سعید بن منصور من طریق ابن جبیر عن ابن عباس انہ کان یقول فی قولہ وقضی ربک انما ھی ووصی ربک التزقت الواو بالصاد واخرجہ ابن اشتہ بلفظ

استمد الكاتب مدادا كثيرا فالتزقت الواو بالصاد واخرج
هو من طريق الضحاك عن ابن عباس انه كان يقرء ووصى ربك
ويقول امر ربك انهما واوان التصقت احدهما بالصاد واخرج
من طريق الضحاك انه قال كيف تقرء هذا الحرف قال
وقضى ربك قال ليس كذلك نقرءها نحن ولا ابن عباس
انما هي ووصى ربك كذلك كانت تقرء وتكتب فاستمد كاتبكم
فاحتمل القلم مدادا كثيرا فالتزقت الواو بالصاد ثم قرء ولقد
وصينا الذين اوتوا الكتاب ولو كانت قضاء من الرب لم
يستطع احد قضاء الرب ولكنه وصية اوصى بها العباد انتهى

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ فریابی استاد بخاری نے اپنی تفسیر میں اور سعید بن منصور اور محمد بن جریر طبری اور ابن الانباری اور ابن ابی حاتم اور ابو عبید اور ابن منیع اور ابن المنذر اور ابن مردویہ نے جو اعاظم ائمہ اہلسنت سے ہیں بطریق سعید بن جبیر (تابعی) اور ضحاک تابعی اور میمون بن مہران تابعی - حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آیہ وقضی ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ اصل میں ووصی ربک تہا۔ کہ دو واو تھے ایک واو لکھتے وقت صاد سے ملگیا لہذا بصورت قضی ربک لکھا گیا اور لوگ اسیطرح پڑہنے لگے اور اگر قضی ربک نازل ہوتا تو پھر کوئی مشرک نہ رہتا۔

روایت ابن اشتہ یہ ہے کہ لکھتے وقت چونکہ قلم میں روشنائی زیادہ بھر گئی تھی۔ اسلئے واو صاد سے مل گیا جس سے قضی ربک ہوگیا حالانکہ اصل میں ووصی ربک تہا۔ ابن عباس نے بالکل اس قرأت سے انکار کیا اور کہا کہ ہم لوگ اسطرح نہیں پڑہتے بلکہ ووصی ربک پڑہتے ہیں اسیطرح پڑہا جاتا تھا اور لکھا جاتا تہا تمہارے کاتب قرآن کے لکھتے وقت قلم میں چونکہ روشنائی زیادہ آگئی اسلئے اسطرح لکھدیا کہ واو اور صاد مل گیا۔ پھر اسپر ابن عباس نے آیہ لقد وصینا الذین اوتوا الکتاب کی تلاوت کی اور کہا کہ اگر قضائے الہی یوں جاری ہوتی تو کوئی شخص اسپر قادر

نہوتا کہ قضاء خدا کو رد کرتا۔ بلکہ اصل میں وصیت خدا ہے یعنے حکم خدا ہے کہ خدا نے اپنے بندونکو اسکا حکم دیا۔

اور سابق میں نص ابن حجر عسقلانی مرقوم ہوچکا کہ اسناد سعید بن منصور جید ہے اور امام ابن ابی حاتم کا روایت کرنا بھی اسکی دلیل ساطع ہے کہ یہ روایت معتمد ہے کیونکہ وہ ایسی ہی روایتیں لاتے ہیں جو اصح ہوتی ہیں پھر کسکی مجال ہے جو اس روایت میں جرح و قدح کر سکے۔

یہ روایتیں ہمارے مدعا میں صریح ہیں جنمیں کسیطرح کی توجیہ و تاویل نہیں چل سکتی کیونکہ بصراحت تمام ان روایتوں سے ثابت ہے کہ

(۱) ابن عباس آیہ وقضی ربک کو خطا اور غلط جانتے تھے۔

(۲) جسپر دلیل عقلی بھی اونہوں نے قایم کی کہ اگر قضی ربک ہوتا تو پھر دنیا میں کوئی بھی مشرک نہوتا۔

(۳) ضحاک نے کہا جو تابعین عظام سے ہیں کہ اصل میں ووصی ربک تہا اور پہلے اسیطرح لکھا جاتا اور پڑھا جاتا۔ لیکن کاتبان قران نے چونکہ قلم میں روشنائی زیادہ لے لیا تہا۔ اسلئے واو صاد میں ملگیا اور لوگوں نے غلطی سے ووصی کو وقضی ربک پڑھنا شروع کیا اور اوسکو کلام خدا سمجھا۔

(۴) ضحاک نے صرف دلیل عقلی پر نہیں اکتفا کیا بلکہ تباسی حضرت ابن عباس دلیل عقلی بھی اسپر قایم کی کہ اگر لفظ قضی ربک ہوتا تو پہر ایک متنفس بھی مشرک نہوتا کیونکہ کوئی شخص اسپر قادر نہیں ہے کہ قضائے الہی کو رد کر سکے۔

اب برائے خدا انصاف فرمایئے کہ ان روایتوں سے یہ ثابت ہوا یا نہیں کہ قران اہلسنت کے نزدیک منحک صبیان ہے کہ ذرہ سا روشنائی کے بڑہ جانے اور گھٹ جانے سے۔ یا ایکدفعہ بہنک جانیسے اوسمیں کیسی کیسی تحریف ہوگئی۔ اور وہی کلمات محرفہ جو بنص ابن عباس و ضحاک خلاف عقل و نقل ہے آجتک قران متداول میں جاری ساری ہے۔ باینہمہ اونکا طعن و تشنیع الحق پر کیسی بیجا ئی ہے کہ شیعونکو تو قائل تحریف قران کہتے ہیں اور

خود اس قسم کی روایتیں تحریف قرآن کے بارہ میں اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں
مترجم کہتا ہے کہ اگر ہم دلائل عقلی سے چشم پوشی بھی کرلیں تو ضحاک کا یہ قول کہ الواو
کانت تقرء وتکتب کہ ایسا ہی پڑہا جاتا تہا اور لکھا جاتا تہا۔ نص قطعی ہے اسپر کہ
اصل نزول اس آیہ کا یونہی تھا۔ اسطرح پہلے لکھا جاتا اور پڑہا جاتا کہ ووصی ربک۔
مگر کاتب کے قلم میں چونکہ روشنائی بہر گئی تھی اسلیئے ووصی کا وقضی ہوگیا۔
اب یہاں ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ قرآن مروج صحابہ ہی کا لکھا ہوا ہے اور ابن عباس و
ضحاک وسعید بن جبیر اسکے مدعی ہیں کہ کاتب سے غلطی ہوگئی۔ پھر اسکا تصفیہ کیونکر
ہوسکتا ہے کہ اصل میں کیا تہا۔ اگر وہ قرآن جو عہد آنحضرت میں لکھا گیا تہا
موجود رہتا تو نہایت آسانی سے فیصلہ ہو جاتا کہ صحابہ کی غلطی ہے یا ابن عباس
کی اگر وہ قرآن نہ تہا تو کاش وہی قرآن رہتا جو عہد خلیفہ اول میں لکھا گیا اور
حضرت عمر مدۃ العمر اوسکی حفاظت کرتے رہے اور بعد اونکے حضرت حفصہ کے پاس تہا
جسے مروان نے بعہد معویہ جلوا دیا۔ تو پھر اوس سے فیصلہ ہو جاتا کہ اصلیت کیا تھی
مگر خدا انہ بخشے اون مسلمان نما کافروں کو جنہوں نے اون قرآنوں کو جلوا کر خاک سیاہ
کر دیا اور اوس قرآن کو رائج کیا جسپر خود اوس زمانہ میں صحابہ نے کسقدر اعتراض
کیئے اور دلیل عقلی ونقلی سے کاتبوں کی غلطی ثابت کی مگر صحابہ کی پنچایت میں
ایک نہ سنی گئی اور وہی جاری رہا جسکو وہ لوگ غلط اور رخطا کہتے تھے
شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے عین اوسوقت
جسوقت قرآن لکھا جاتا تہا ان الفاظ پر اعتراض کیا مگر کسی نے التفات نہ کیا جس سے
معلوم ہوسکتا ہے کہ اون لوگونکو اپنی جہالت اور خطا پر کیسا اصرار تہا کہ کسی نے
مطلق التفات نہ کیا یہ کیا کہتے ہیں۔ کاش یہی کیئے ہوتے کہ اوس قرآن کو نکلواتے
جو عہد شیخین میں لکھا گیا تھا اور اوسوقت تک محفوظ تہا کہ اوس سے مقابلہ کرکے
ابن عباس کو قائل کرتے مگر وہ لوگ تو ہوا کے گہوڑوں پر سوار تھے قرآن کی صحت
وسقم سے کیا مطلب تہا ایک قرآن لکھکر مسلمانوں کو دیدیا کہ پڑہا کرو نہ صحت سے

مطلب ہے نہ سقم ہے۔

ہاں یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اب بھی اس قرآن کی صحت کی اگر فکر ہے
تو حضرت ابن عباس کو جو بنی ہاشم سے ہیں اور قرابت مندان رسول سے
جو چاہتے ہیں کہ کسیطرح قرآن صحیح کیا جائے جسکے بارہیں وہ کاتبوں سے بھی مبالغہ
کرتے ہیں لوگوں کو بھی سمجھاتے ہیں جب ہر طرح سے مجبور ہوتے ہیں تو بذریعہ روایتوں کے
مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ دیکھو کاتبوں نے یہ ظلم کیا کہ ناوانستگی میں ووصی
ربک کو وقضی ربک لکھدیا۔ مگر صحابہ کو کوئی فکر نہیں کہ قرآن میں کیسی تحریف
ہو رہی ہے اور وہ بہ اطمینان تمام نہایت بے پروائی سے کام لیکر انکی تقریر
کو بیکار اور ناقابل التفات سمجھ رہے ہیں حالانکہ حضرت ابن عباس دلیل عقلی
ونقلی سب پیش کرتے ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کچھ وردِ ایمان تھا
قرآن سے محبت تھی تو انہیں لوگوں کو جو خاندان رسالت سے تھے۔ ورنہ آپنے
تو خود حضرت عثمان کی بے پروائی ملاحظہ فرمائی کہ خود فرماتے ہیں قرآن میں
غلطی ہے۔ صحابہ عرض کرتے ہیں حضور درست کردیں اور آپ فرماتے ہیں
چھوڑ دو عرب اسے اپنی زبان سے درست کرلینگے۔ پھر ایسوں سے کیا امید
ایمانداری ہو سکتی ہے۔"

آیہ لقد اتینا موسیٰ وہارون الفرقان وضیاء میں غلطی

علامہ طاب ثراہ فرماتے ہیں۔ ابن عباس صرف آیات مذکورہ ہی کو
نہیں غلط کہتے تھے بلکہ آیہ لقد اتینا موسی وھارون الفرقان وضیاءً
میں بھی غلطی کے قائل تھے چنانچہ اتقان علامہ سیوطی میں ہے وما اخرجہ
سعید بن منصور وغیرہ من طریق عمرو بن دینار عن عکرمہ عن
ابن عباس انہ کان یقرء ولقد اتینا موسی وھارون الفرقان
ضیاء ویقول خذوا ھذہ الواو واجعلوھا ھھنا والذین
قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم الآیہ واخرجہ ابن

ابی حاتم من طریق الزبیر بن خریت عن عکرمہ عن ابن عباس قال
انزعوا ھذہ الواو فاجعلوھا فی الذین یحملون العرش ومن قولہ
اور تفسیر درمنثور میں ہے اخرج سعید بن منصور وابن المنذر عن
ابن عباس رض انہ کان یقرء ولقد اتینا موسی وھارون الفرقان
ضیاء ویقول خذوا ھذہ الواو واجعلوھا ھھنا فی الذین یحملون
العرش ومن حولہ
یعنی ابن عباس پڑھتے تھے آیہ ولقد اٰتینا موسی وھارون الفرقان
وضیاء اکو بلا واو کے اسطرح ولقد آتینا موسی وہارون الفرقان
ضیاء - اور کہتے تھے لے لو اس واو کو اور رکھو اس جگہ والذین قال
لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم الآیہ اور عکرمہ ابن عباس سے
روایت کرتا ہے کہ وہ کہتے تھے اس واو کو لیکر آیہ الذین یحملون العرش ومن حولہ
میں بڑھا دو -
مترجم کہتا ہے اصل مطلب یہ ہے کہ آیہ **ولقد آتینا موسی وہارون**
الفرقان وضیاء میں بقول ابن عباس یہ غلطی ہے کہ واو اسمیں
زیادہ ہے کیونکہ معنی اس آیہ کے یہ ہوئے اور بتحقیق دیا ہمنے موسی اور ہارون
کو فرقان اور ضیاء جو خلاف مقصود ہے کیونکہ مقصود خدا یہ ہے کہ ہمنے موسی
وہارون کو فرقان دیا جو ضیاء روشنی ہے اونکے لئے - پہلی آیہ میں فرقان و
ضیاء معطوف معطوف علیہ ہے بخلاف قراءت ابن عباس کے کہ اسمیں ضیاء
مفعول ثانی پڑتا ہے اٰتینا کا - اور وہ اسکے قائل تھے کہ اس واو کو یحملون
العرش وما حولہ میں زیادہ ہونا چاہئے جس سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ
ایک جگہ واو بڑھ گیا دوسری جگہ گھٹ گیا - اس سے بڑھکر کیا تحریف ہو سکتی ہے

غلطی آیہ مثل نورہ کمشکوٰۃ

علامہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس
انہیں آیتوں کی غلطی کے نہیں قائل تھے -

بلکہ آیہ **مثل نورہ کمشکوۃ** کو بھی خطاے کاتب قرار دیتے ہیں اور بادلہ سکو
دلیل عقلی سے ثابت کرتے ہیں چنانچہ علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں و مما اخرجہ
ابن اشتہ و ابن ابی حاتم من طریق عطا عن ابن عباس فی قولہ
تعالی مثل نورہ کمشکوۃ قال ھی خطاء من الکاتب ھو اعظم
من ان یکون نورہ مثل نور المشکوۃ انما ھی مثل نور المومن
کمشکوۃ اور تفسیر در منثور میں ہے اخرجہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس
فی قولہ تعالی مثل نورہ قال ھی خطاء من الکاتب ھو اعظم من ان یکون
نورہ مثل نور المشکوۃ قال مثل نور المومن کمشکوۃ

یعنی ابن اشتہ و ابن ابی حاتم نے بطریق عطا ابن عباس سے روایت کیا ہے
کہ کاتب نے غلطی سے **مثل نورہ کمشکوۃ** لکھدیا اصل میں **مثل نور
المومن کمشکاۃ** تھا کیونکہ نور خدا اعظم ہے اس سے کہ وہ مثل مشکوۃ یعنی
چراغ ہو۔
اگر کوئی شخص ان روایتوں میں ذرہ برابر بھی غور و فکر کرے تو اوسکو معلوم
ہوگا کہ شاہ عبد العزیز اور خواجہ کابلی یا مولوی حیدر علی نے جو الزامات
شیعوں پر دربارہ تحریف قرآن قایم کیے ہیں کہ یہ لوگ تحریف قرآن کے قائل
ہیں جس سے اوسکی توہین لازم آتی ہے۔ وہ سب انہیں حضرات اہلسنت
پر اصل میں قایم ہیں بلکہ ہزار گونہ اوس سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ جب مطابق
روایات مذکورہ بالا حضرت عثمان۔ عائشہ۔ ابن عباس۔ سعید ابن جبیر
ضحاک کے نزدیک اس قرآن میں تحریف ہوئی کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا
لفظ لکھا گیا۔ کاتبوں نے اسمیں غلطی کی۔ ناسخین سے خطا ہوئی تو بنا بر قول شاہ
عبد العزیز صاحب وغیرہ قرآن اونکے نزدیک مثل **توراۃ و انجیل** تقویم
پارینہ بیاض عثمانی قرار پایا۔ اور کتاب **صحیح بخاری و صحیح مسلم** جو
بنا بر عقیدہ اہلسنت کے نزدیک قطعی الصدور ہے اور اکثر فساد مذہب کے

نزدیک باجماع امہ واجب العمل اور واجب القبول ہے۔ قرآن سے افضل واعلیٰ قرار پایا عیاذاباللہ

مترجم کہتا ہے کہ یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اکثر محدثین نے صحیحین پر بھی اعتراض کیا ہے نہ اونکی کل روایتونکو صحیح السند سمجھتے ہیں نہ قطعی الصدور بلکہ بعض علما تو اوسمیں ایسی غلطیوں کے قائل ہیں کہ اسمیں اخبار متناقضہ بھرے ہوئے ہیں اور کسیطرح اونکی صحت نہیں ثابت ہوسکتی چنانچہ کتاب مستطاب تنقید بخاری میں نہایت توضیح سے اس مطلب کا اثبات کیا گیا ہے جس سے خود اس زمانہ کے بہت سے علمائے اہلسنت کو اقرار کرنا پڑا۔ پھر دعوی افضلیت کیونکر جائز ہے کیونکہ منتہائے امر یہ ہے کہ اس بناپر اہلسنت کے یہان قرآن اور صحیحین مساوی ہونگے نہ بدتر یا بہتر

تو اسکا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ تقریر بنابر اونکے ہے جو اسکے قائل ہیں کہ صحیحین من حیث السند صحیح ہے قطعی الصدور ہے جیساکہ اکثر محدثین اور خصوصاً اہلحدیث کا مذہب ہے کہ وہ تمامی صحیحین کی صحت کے قائل ہیں۔ پس بنابر اونکے مذہب کے صحیحین افضل ہیں قرآن سے

ثانیاً کوئی متنفس اسکا نہیں قائل ہے کہ خود امام بخاری یا امام مسلم نے اپنی صحیحین کے بنسبت یہ دعوی کیا ہو کہ اسمیں کوئی غلط روایت اونہونے لکھی ہے یا کسی قسم کی غلطی اوسمیں رہنے دی ہو۔ اگرچہ دیگر محدثین وفقہاء متکلمین کے نزدیک بعض روایتیں غلط ہوں۔ بخلاف قرآن کے کہ اوسکا جامع اور مولف خود اسکا مدعی ہے کہ اسمیں غلطی رہ گئی ہے جسپر صحابہ نے عرض بھی کیا کہ پھر اسکو درست کر دیجئے اونہونے کہا چھوڑ دو عرب اپنی زبان سے درست کر لینگے۔ تو یہ دعوی کہ حسب عقاید اہلسنت۔ صحیحین افضل ہیں قرآن سے۔ نہایت صحیح ہے کیونکہ صحیحین کے مؤلف نے کبھی غلطی کا اعتراف نہیں کیا بلکہ قسمیں کھا کھا کر اوسکی صحت ثابت کی۔

ثالثاً صحیحین کی غلطیونکے قائل علمائے محدثین ہیں۔ بخلاف قرآن کے کہ اوسکی غلطیونکے قائل خود صحابہ و تابعین ہیں جو اہلسنت کے یہاں اساطین دین سے ہیں اور راوینکے

ساتھہ اقتدا و پیروی کے وہ محکوم ہیں اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ

جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قائل بتحریف قران ہو۔ وہ حق پر ہے اور ہدایت یافتہ ہے اوسکی گمراہی کا قائل ہونا مذہب اہلسنت کو خیرباد کہنا ہے ۔

جواب اہلسنت ان روایات سے علامہ طاب ثراہ فرماتے ہیں کہ سیوطی نے ان روایتونکے لکھنے کے بعد اسکا قصد کیا کہ اسکا جواب دیں اور اپنے بزرگونکی خطا پوشی کریں چنانچہ اتقان میں فرماتے ہیں ۔ وقد اجاب ابن اشتۃ عن ھذہ الاثار کلھا بان المراد اخطاوا فی الاختیار وما ھوالاولی بجمع الناس علیہ الاحرف السبعۃ لا ان الذی کتب خارج من القران قال ومعنی قول عائشۃ حرف الھجاء ۔ القی الی الکاتب ھجاء غیرما ماکان الاولی ان تلقی الیہ من الاحرف السبعۃ قال وکذا معنی قول ابن عباس کتبھا وھو ناعس یعنی فلم یتدبر الوجہ الذی ھو اولی من الاخر وکذا اسائرھا ۔

اور رسالہ جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں ونظیر ماقلنا ہ من ان المذاھب کلھا صواب وانھا من باب جائز وافضل لا من باب صواب وخطاء ما ورد عن جماعۃ من الصحابۃ فی قراءات مشھورۃ انکروھا علی عثمان وقرءوا غیرھا واجاب العلماء عن انکارھم بانھم ارادوا ان الاولی اختیار غیرھا ولم یریدوا انکار القراءۃ بھا البتہ وقد عقدت لذلک فصلا فی الاتقان ۔

یعنی ابن اشتہ نے ان روایتونکا جواب یہ دیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اونلوگوں خطا کیا اختیار میں یعنی عہد رسول میں نزول اسکا دو طرح سے ہوا تھا جسمیں ایک بہتر تھا دوسرا غیر بہتر تو ان کاتبوں نے اوس لفظ کو اختیار کیا جو غیر افضل تھا

فرقبین دفع ہوتا پانچویں یہ کہ ناعس کے معنی اگرچہ اونگھنے اونگھنے کے ہیں۔ مگر حضرت ابن عباسؓ کے قول کیفیا وھو ناعس میں مراد نعاس عدم تدبر ہے جیسکی نسبت خدا فرماتا ہے افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا پس جب صحابہ کی یہ حالت تھی کہ وہ قرآن میں تدبر نہ کرتے تھے اور بلا تدبر لکھدیتے تھے تو اونکے لکھنے کیا شکایت ہوسکتی ہے

چھٹیں یہ کہ اسکا اقرار کیا کہ ایک جماعت صحابہؓ انکار قرارت عثمان پر وارد ہے جس سے معلوم ہوا کہ عثمان پر جن لوگوں نے صحابہ سے انکار کیا وہ ایک دو نہ تھے بلکہ صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ پھر بتائیے اجماع کہاں ہوا ایک کی مخالفت سے تو اجماع باطل ہوتا ہے اور یہاں تو ایک جماعت صحابہ مخالف ہے

ساتویں یہ کہ جو قرائتیں جماعت صحابہ سے بمخالفت قرارت عثمان وارد ہیں وہ قرارت مشہورہ ہے یعنی اخبار احاد سے نہیں ہے بلکہ مشہور ہے جو قریب تبواتر ہے تو یہ کہنا کہ قرارت شاذہ ہے لغو ہوا۔ آٹھویں یہ کہ اون جماعت صحابہ نے انکار کیا عثمان پر یعنی خود در رد عثمان کو غلطیو نپر متنبہ کیا مگر اونہوں نے نہ مانا چنانچہ قول شاہ ولی اللہ صاحب سابقاً مرقوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے مباحثہ بھی کیا مگر لوگوں نے التفات نہ کیا جس سے جہاں دعوی اجماع و تواتر قرآن باطل ہوا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ عثمان صاحب نے عمداً اون غلطیوں کو رہنے دیا حالانکہ صحابہ اسپر انکار کرتے تھے اور مخالف تھے

نویں یہ معلوم ہوا کہ جہاں عثمان صاحب نے صحابہ کی مخالفت کی اور اونکے انکار کو نہ مانا۔ وہاں صحابہ نے بھی بعد انکار اوس قرارت عثمانی سے مخالفت لی اور باوصف لکھے جانے قرآن کے اپنی ہی قرارت پر باقی رہے اور اوسیکے مطابق پڑھتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جب تک صحابہ زندہ تھے نہ اس قرارت عثمانی پر اجماع ہوا تھا نہ یہ متواتر تھا بلکہ صحابہ کو ام اپنی اپنی قرارات بطور خود پڑھتے تھے۔

دسویں یہ کہ یہ سب قرائتیں جو صحابہ سے بطور شہور وارد ہیں اونمیں کوئی خطا اور غلط نہیں ہے۔ بلکہ سب جائز اور موافق صواب ہیں۔ بلکہ وہی اولی ہیں کہ چاہیے تھا عثمان صاحب ان قرائتونکو اختیار کرتے مگر عمداً اونہوں نے قرارت مرجوح کو قرآن میں داخل کیا۔

اب حضرات اہلسنت غور وغور کریں کہ اونکے علما کیا کہہ رہے ہیں اور کس طرح اس قرآن کی عظمت وجلالت ثابت کر رہے ہیں جماعت صحابہ اس قرآن کی مخالف تھی خود عثمان پر اونہوں نے انکار کیا۔ اور جب عثمان نے نہ مانا تو وہ اپنی قرات پڑھتے رہے۔ کیا اس سے بھی بڑھکر کوئی دلیل تحریف قرآن ہوسکتی ہے۔

توثیق روایات مذکورہ علامہ فرماتے ہیں چونکہ اس عبارت سیوطی سے ان روایات کا بغایت درجہ معتمد ومعتبر ہونا ظاہر ہے۔ اسیوجہ سے سیوطی نے ابن الانباری کے اس جواب کو ناپسند کیا ہے کہ اونہوں نے روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے کا دعوی کیا چنانچہ فرماتے ہیں واما قول ابن الانباری فانہ جنح الی تضعیف الروایات ومعارضتہا بروایات اخر عن ابن عباس وغیرہ بثبوت ہذہ الاحرف فی القراارت فالجواب الاول اولی واقعد

یعنی ابن الانباری کا میلان اسطرف ہے کہ ان روایات کو ضعیف بنائیں اور اونکے معارضہ میں وہ روایتیں لائیں جو ابن عباس وغیرہ سے اس بارہ میں وارد ہیں کہ یہی الفاظ ثابت ہیں قرائتوں میں۔ لیکن پہلا جواب اولی اور اقعد ہے۔

جس سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ تضعیف روایت والا جواب ناپسند ہے اور پہلا جواب جو دیا کہ کاتبین قرآن نے قرارت اولی کو ترک کرکے غیر اولی کو اختیار کیا وہی درست ہے۔

مگر افسوس کہ یہ تاویل جسے ابن اشتہ نے لکھا اور سیوطی نے اوسکو پسند کرکے اتقان میں داخل کیا اور رحزیل المواہب میں اوسکو اپنے علما کی طرف منسوب کیا - اور اوسکو عمدۂ تاویلات سے قرار دیا - ایسی تاویل ہے جو قابل ذکر بھی نہیں - کاش سیوطی بھی تبقلیدا ابن حجر عسقلانی اوسکے ذکر سے باز آتے اور ناظرین کے حوالہ کرتے تو پھر بھی انکی عزت و عظمت محفوظ رہتی - ورنہ اس تاویل نے تو اور بھی اونکی حماقت و سفاہت کو ظاہر کر دیا -

کیونکہ اس تاویل علیل کی لغویت اور اس توجیہ غیر وجیہ کی سخافت تو خود سیوطی کے اتقان سے ظاہر ہے چنانچہ قبل اسکے نوع سابع و عشرون میں لکھتے ہیں -

وقد حکی ابو عمر الزاهد فی کتاب الیواقیت عن ثعلب انہ قال اذا اختلف الاعرابان فی القران لم افضل اعرابا علی اعراب فاذا خرجت الی کلام الناس فضلت الاقوی وقال ابو جعفر النحاس السلامۃ عند اهل الدین اذا صحت القراءتان ان لا یقال لاحدهما اجود لانهما جمیعا عن النبی فیاثم من قال ذلک وکان رؤساء الصحابۃ رض ینکرون مثل هذا وقال ابو شامۃ اکثر المصنفون من الترجیح بین قراءۃ مالک و ملک حتی ان بعضهم بالغ الی حد یکاد یسقط وجہ القراءۃ الاخری ولیس هذا بمحمود بعد ثبوت

یعنی ابو عمر زاہد نے کتاب الیواقیت میں روایت کی ہے ثعلب سے کہ وہ کہتے تھے جسوقت اختلاف ہو قران کے دو اعرابوں میں - تو ہم ایک اعراب کو دوسرے اعراب پر فضیلت نہ دینگے - اور جب آدمیوں کے کلام میں آئینگے تو جو اقوی ہوگا اوسکو فضیلت دینگے - کہا ابو جعفر نحاس نے کہ اہل دین کے نزدیک سلامتی اسمیں ہے کہ جب دونو قراءتیں صحیح ہوں تو یہ نہ کہے کہ ایک اجود ہے - کیونکہ دونو رسول اللہ سے منقول ہیں - پس اس کہنے سے گنہگار ہوگا - اور تھے رؤساء صحابہ ایسے امور پر انکار کرتے اور کہا ابو شامہ نے کہ مصنفین نے بہت کچھ لکھا ہے اس پر کہ قراءۃ مالک اور ملک میں ترجیح دیں یہانتک کہ اسقدر مبالغہ کیا کہ دوسری

القراتین انتھی کہ دوسری قرات کی وجہ سے ساقط ہو جاسے حالانکہ یہ محو نہیں ہے کیونکہ دونو قراتیں ثابت ہیں۔

اس عبارت سے بصراحت تمام ظاہر ہے کہ ایک قرارت کو دوسری قرارت پر ترجیح نہیں دے سکتے خصوصاً کلام ابوجعفر نحاس اسمیں صریح ہے کہ جب دونو قراتیں صحیح ہوں۔ تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا موجب معصیت ہے اور خلاف سلامتی دین کیونکہ رو سا صحابہ اسپر انکار کرتے تھے اور جائز نہ رکھتے تھے۔ پس کمال تعجب ہے سیوطی سے کہ خود اپنے قول سے حضرات ابن عباس۔ اور عائشہ اور عثمان اور جماعت صحابہ کو جو مخالف قرارت عثمانی تھے گنہگار اور خارج از سلامتی دین بتارہے ہیں اور جو امر رو سا صحابہ کے نزدیک منکر و قبیح تہا اوسکا مرتکب قرار دے رہے ہیں۔

مترجم کہتا ہے حق یہ ہے کہ صحابہ اہلسنت کچھ عجب طرح کی معجون مرکب تھے کہ ایک طرف تو خود ہی قرارت عثمانی کی مخالفت کرتے اور اوسکو ناجائز و خطا بتاتے دوسری طرف اسپر اعتراض کرتے کہ یہ نہ کہو یہ قرارت افضل یا وہ مرجوح ہے پھر کیونکر ہدایت پاسکتا ہے وہ شخص جو ان صحابہ کا پیرو اور مقتدی ہو کہ ساری آفتیں تو انہیں کی لائی ہوئی ہیں جس سے اس طرح کا رخنہ دین اسلام میں پڑا جو کبھی درست نہیں ہوسکتا

کفر قائلین ترجیح قرارت | علامہ طاب ثراہ فرماتے ہیں اگرانسب تصریحات سے ہم درگذر کریں تو تتبع دیگر افادات ملک الحضرات کے موضوعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قرارت کو دوسری قرارت پر ترجیح دینا قریب کفر ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں بذیل ذکر جمع مصحف عثمان لکھتے ہیں وقد جاء عن عثمان انہ انما فعل ذلک بعد استشارۃ الصحابۃ فاخرج ابن ابی داؤد باسناد صحیح من طریق سوید بن غفلہ قال قال علی لاتقولوا فی عثمان الا خیرا فواللہ ما فعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملاء منا قال ما تقولون فی ھذہ القراءۃ فقد بلغنی ان بعضھم یقول ان قرائتی